دنیا میں رہتے ہوئے فکرِ آخرت

کتاب ”الہامات ربانی“ سے دنیا کی محبت
اور اس کی فنائیت کے بارے میں ملفوظات
کا علیحدہ مجموعہ

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ
حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ادارۃ تالیفاتِ اختریہ
hazratmeersahib.com

بہ فیضِ صحبتِ ابرارؔ یہ دردِ محبت ہے
محبت تیرا صدقہ ہے ثمر تیرے نازوں کے

بہ اُمیدِ نصیحت دوستوں کی اشاعت ہے
جو میں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

انتساب

یہ انتساب

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ
اپنی حیاتِ مبارکہ میں اپنی جملہ تصانیف پر تحریر فرمایا کرتے تھے۔

احقر کی جملہ تصانیف و تالیفات

مرشدنا و مولانا محی السنۃ حضرت اقدس شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

حضرتِ اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کی

صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

احقر محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

ضروری تفصیل

نام کتاب: دنیا میں رہتے ہوئے فکرِ آخرت

موضوع: (کتاب ''الہامات ربانی'' سے دنیا کی محبت اور اس کی فنائیت کے بارے میں ملفوظات کا علیحدہ مجموعہ)

افادات: شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدّدِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ

جامع ملفوظات: حضرتِ اقدس سید عشرت جمیل میرؔ صاحب رحمۃ اللہ علیہ خادمِ خاص و خلیفہ مجازِ بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ

اشاعتِ اول: محرم الحرام ۱۴۴۴؁ھ مطابق اگست ۲۰۲۲؁ء

ناشر: ادارہ تالیفات اختریہ



فہرست

عنوانات | صفحہ نمبر



یوں تو دنیا دیکھنے میں کس قدر خوش رنگ تھی
قبر میں جاتے ہی دنیا کی حقیقت کُھل گئی
آہ جب دنیا سے کوئی آخرت کو جائے ہے
بس اکیلا جائے ہے اور سب دھرا رہ جائے ہے

دنیا میں رہتے ہوئے فکرِ آخرت

آخرت پر ہمارا یقین کیسے پیدا ہو؟

ارشاد فرمایا کہ آج کی تقریر کا موضوع دراصل یہ ہے کہ آخرت پر ہمارا یقین کیسے پیدا ہو؟ میدانِ محشر کے حساب کتاب پر اور جنت و دوزخ کے فیصلوں پر اتنا یقین کیسے آجائے کہ گناہوں سے بچنا آسان ہوجائے؟ کیونکہ شبہ پر مشقت کی تکلیف اُٹھانا کوئی گوارہ نہیں کرتا۔ شبہ والی خوش خبری پر آدمی اپنی محنت و اوقات لگانا ضائع سمجھتا ہے۔ ایک آدمی محلہ بھر میں بدنام ہے، جھوٹا شخص مشہور ہے، وہ ایک خوش خبری دیتا ہے کہ جو شخص آج رات بھر نارتھ ناظم آباد کی پہاڑیوں پر جاگے گا، صبح کو اس کو بہت سے روپے ملیں گے، تو ہر شخص کہے گا کہ یہ شخص تو جھوٹا ہے، اس کی خوش خبری پر ہمیں یقین نہیں ہے، تو شبہ والی خوش خبری پر کوئی عمل نہیں کرے گا۔ معلوم ہوا کہ شبہ پر تکلیف اُٹھانے اور محنت کرنے سے آدمی سست ہوجاتا ہے، ہمارا ابھی عموماً یہی معاملہ آخرت کے ساتھ ہے حالانکہ وہ کوئی شک وشبہ والی چیز نہیں، یقینی چیز ہے۔ لیکن جن لوگوں کو حق تعالیٰ کے فضلِ خاص ورحمتِ خاصّہ کے صدقہ میں کسی اللہ والے کی صحبت کی برکت سے آخرت پر یقین پیدا ہوگیا تو ان کو اللہ کے راستہ میں بڑی سے بڑی مشقت اُٹھانا اور بڑے سے بڑا گناہ چھوڑنا آسان ہوگیا۔ حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم زمانۂ جاہلیت میں لڑکیوں کو زمین میں زندہ گاڑ دیا کرتے تھے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صحبت کی برکت سے جب ان کی اندرونی پوشیدہ صلاحیتیں ظاہر ہوئیں، اور ان کے یقین کا سونا چمکا، اور خدا کی عظمت و بڑائی ان کے دلوں میں اُتر گئی تو اللہ و رسول پر اپنی جان، مال، آبرو سب قربان کرنے کے لئے تیار ہوگئے۔

ہمارے دلوں میں دنیا کی قیمت زیادہ ہونے کی مثالیں

اسی طرح اگر آج ہمارے دل میں بھی اللہ تعالیٰ کی بڑائی اُتر جائے جیسے

حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے دلوں میں اُتر گئی تھی تو ہمیں بھی اللہ کے لئے اپنی جانیں سستی نظر آئیں۔لیکن آج ہم زبانوں سے تو کہتے ہیں اللہ اکبر! اللہ سب سے بڑا ہے مگر ہمارا عمل گواہی دیتا ہے کہ ہمارے دلوں میں ہماری دکانیں اللہ سے بڑی ہیں، ہمارا مال اللہ سے بڑا ہے، بیوی بچے اللہ سے بڑے ہیں کیونکہ ان چیزوں کا جب اللہ کے حکم سے مقابلہ ہوتا ہے تو ہم ان کی خاطر اللہ کے حکم کو توڑ دیتے ہیں۔مثلاً **نمبر۱:** دکان پر گاہک کھڑے ہیں اور اذان ہو چکی ہے، جماعت تیار ہے، اب حساب لگاتے ہیں کہ اگر مسجد جاؤں گا تو اس وقت پانچ سو روپے کا نقصان ہوجائے گا لہٰذا جماعت چھوڑ دی کہ بعد میں جب گاہکوں سے فارغ ہوجاؤں گا تو تنہا نماز پڑھ لوں گا۔ تو ہم نے اپنے عمل سے یہ ثابت کر دیا کہ ہمارے نزدیک مال خدا سے بڑا ہے۔ **نمبر۲:** ایسے ہی بیوی سے باتوں میں مزہ آرہا ہے، اتنے میں اذان ہوگئی، نفس کہتا ہے کہ بیوی کے جو موتی جیسے دانت چمک رہے ہیں اس کو چھوڑ کر مسجد کیسے جاؤں؟ اُس وقت یہ بھی خیال نہیں آتا کہ آج جو دانت موتی کی طرح چمک رہے ہیں، ایک دن قبر میں منہ سے باہر پڑے ہوں گے۔**نمبر۳:** بچہ نے ضد کی کہ تصویر والا کھلونا خریدوں گا، خیال آیا کہ اگر تصویر والا کھلونا اس کو دیا تو اللہ ناراض ہوجائے گا لیکن اگر نہ خریدا تو بچہ کا دل ٹوٹ جائے گا لہٰذا بچہ کا دل نہ توڑ سکے، اللہ کا حکم اور اللہ سے محبت کا رشتہ توڑ دیا اور عملاً بتا دیا کہ ہمارا بچہ خدا سے بڑا ہے۔

خوش نصیب وہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہے

اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ کی بڑائی صرف ہماری زبانوں پر ہے، حلق سے نیچے نہیں اُتری، دل میں عظمتِ الٰہیہ کا رسوخ نہیں ہوا۔اللہ کی عظمت جب دل میں اُتر جائے گی تو جان دینے کے لئے تیار ہوجاؤ گے۔آج کہتے ہیں کہ صاحب! حرام مال چھوڑنا بڑا مشکل کام ہے۔ایک دوست جو حرام آمدنی میں مبتلا تھے، ان سے میں نے کہا کہ بھئی! کب تک حرام کھاؤ گے، ایک دن مرنا ہے، اگر ایک ہزار روپے

حرام کے کمارہے ہوتو حلال ملازمت پانچ سو کی کرلو، یہ پانچ سو حرام کے ایک ہزار سے بہتر ہے، تو کہتے ہیں کہ بات تو آپ کی ٹھیک ہے مگر مکھن کی ٹکیہ اور انڈے پراٹھے کے بغیر تو میرا لقمہ حلق سے ہی نہیں اُترتا۔ آہ! سُوکھا لقمہ تو حلق سے نہیں اُترتا لیکن دوزخ کے انگارے اُتارنا ان کو آسان ہے!

اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی نظر میں دنیا کی حقیقت

بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ اعلیٰ معیار کی زندگی اختیار کرنی چاہیے، معیارِ زندگی بلند ہونا چاہیے، اور مالداروں کی دولت کو دیکھ کر رال ٹپکاتے ہیں، جیسے قارون کی دولت کو دیکھ کر بعض بے وقوفوں نے کہا تھا کہ یہ بڑا خوش نصیب آدمی ہے:

﴿قَالَ الَّذِیْنَ یُرِیْدُوْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا یٰلَیْتَ لَنَا مِثْلَ مَاۤ اُوْتِیَ قَارُوْنُ ۙ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ ۝﴾

(سورة القصص: آیة ۷۹)

ترجمہ: کہنے لگے جو لوگ طالب تھے دنیا کی زندگی کے اے کاش! ہم کو ملے جیسا کچھ ملا ہے قارون کو، بے شک اس کی بڑی قسمت ہے۔ (بیان القرآن) کاش! ہم بھی اس جیسے ہوجاتے، لیکن جو اللہ والے تھے انہوں نے کہا کہ تم پر ہلاکت ہو:

﴿وَقَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَیْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَیْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۚ﴾

(سورة القصص: آیة ۸۰)

ترجمہ: اور بولے جن کو ملی تھی سمجھ اے خرابی تمہاری! اللہ کا دیا ثواب بہتر ہے ان کے واسطے جو یقین لائے اور کام کیا بھلا۔ (بیان القرآن) مال و دولت خوش نصیبی کی علامت نہیں ہے، خوش نصیب وہ ہے جس سے اللہ راضی ہے۔ پھر وہی قارون جو پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچا زاد بھائی تھا، جب مع اپنے خزانوں کے زمین میں دھنسنے لگا، اس وقت تعریف کرنے والوں کی آنکھیں کھلیں، اور پناہ مانگنے لگے کہ واقعی اللہ کی

رضا سب سے بڑی نعمت ہے، مال و دولت کچھ نہیں۔ حدیث شریف میں آتا ہے:

((اِنَّ اللّٰہَ لَمْ یَخْلُقْ خَلْقًا ھُوَ اَبْغَضُ اِلَیْہِ مِنَ الدُّنْیَا وَمَا نَظَرَ اِلَیْھَا مُنْذُ خَلَقَھَا بُغْضًا لَّھَا))

(کنز العمال: (دار الکتب العلمیۃ)؛ کتاب الاخلاق؛ ج ۳ ص ۸۷؛ رقم ۶۰۹۹)

کہ دنیا کو اللہ نے کبھی رحمت کی نظر سے نہیں دیکھا، اور یہ بھی فرمایا:

((اَلَا اِنَّ الدُّنْیَا مَلْعُوْنَۃٌ مَّلْعُوْنٌ مَّا فِیْھَا اِلَّا ذِکْرَ اللّٰہِ وَمَا وَالَاہُ وَعَالِمٌ اَوْ مُتَعَلِّمٌ۔ رواہ الترمذی وابن ماجۃ))

(مشکوۃ المصابیح: (قدیمی)؛ کتاب الرقاق؛ ص ۴۴۱)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ پوری دنیا ملعون ہے (یعنی اللہ کی رحمت سے دور ہے) اور جو کچھ دنیا و مافیہا، اس کے درمیان میں ہے وہ بھی اللہ کی رحمت سے دور ہے سوائے ذکر اللہ کے اور سوا اُن چیزوں کے جو ذکر سے متعلق ہیں، اور سوائے عالم اور طالب علم کے۔ اس کا مطلب کوئی یہ نہ سمجھے کہ مطلق مال و دولت ملعون ہے، ورنہ جس کے دل میں مال کی محبت ہے اس کو میری اس تقریر سے دین ہی سے نفرت ہو جائے گی، مال و دولت وہ ملعون ہے، جو اللہ سے غافل کر دے ورنہ جو غنا و ثروت تقویٰ میں حائل نہ ہو، وہ بُرا نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

((لَا بَأْسَ بِالْغِنٰی لِمَنِ اتَّقَی اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ۔ رواہ احمد))

(مشکوۃ المصابیح: (قدیمی)؛ باب استحباب المال والعمر للطاعۃ؛ ص ۴۵۱)

جو شخص غنا و دولت کو اللہ کی نافرمانی میں خرچ نہیں کرتا اور متقی ہے، اس کے لئے دنیا کچھ مضر نہیں۔ دنیا سانپ ہے، اگر سانپ ہاتھ میں لینا ہے تو منتر بھی سیکھ لو، صحابہ رضی اللہ عنہم نے بادشاہت بھی کی لیکن ان کی بادشاہت ان کو اللہ سے غافل نہ کر سکی، دنیا کے سانپ کا نشہ ان پر نہ چڑھ سکا کیونکہ ان کے پاس اس کا منتر تھا، وہ منتر کیا تھا؟

﴿یَخَافُوْنَ یَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِیْہِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ۝﴾

(سورۃ النور: آیۃ ۳۷)

کیونکہ وہ اس دن سے ڈرتے تھے کہ جس دن دل اور آنکھیں الٹ پلٹ ہو جائیں گی۔

حلال کی چٹنی روٹی حرام کی بریانی کباب سے بہتر ہے

ہمارے پاس سانپ تو ہے، منتر نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اذان ہو رہی ہے اور سو رہے ہیں، اذان ہو رہی ہے اور ٹیلی ویژن دیکھ رہے ہیں، پانچ سو کی حلال کی نوکری مل رہی ہے اور ایک ہزار کی حرام کی مل رہی ہے تو ہم پانچ سو کی چھوڑ دیں گے، ایک ہزار کی حرام ملازمت کر کے اللہ کے قہر کو اپنے اوپر حلال کر لیں گے، حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

((لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ جَسَدٌ غُذِّيَ بِالْحَرَامِ ۔ رواہ البیہقی فی شعب الایمان))

(مشکوۃ المصابیح: (قدیمی)، کتاب البیوع؛ باب الکسب وطلب الحلال؛ ص ۲۴۳)

کہ وہ جسم جنت میں نہ جائے گا جو حرام روزی سے پلا ہوگا۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مسجدِ نبوی کے منبر کے پاس بھوک سے بے ہوش ہو کر گر گئے تھے:

((لَقَدْ رَاَيْتُنِيْ وَاِنِّيْ لَاَخِرُّ فِيْمَا بَيْنَ مِنْبَرِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى حُجْرَةِ عَائِشَةَ مَغْشِيًّا عَلَيْهِ فَيَجِيْءُ الْجَائِيْ فَيَضَعُ رِجْلَهٗ عَلٰى عُنُقِيْ وَيَرٰى اَنِّيْ مَجْنُوْنٌ وَّمَا بِيْ مِنْ جُنُوْنٍ مَّا بِيْ اِلَّا الْجُوْعُ))

(صحیح البخاری: (قدیمی)؛ باب ما ذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم وحض علی اتفاق ۔۔۔؛ ج ۲ ص ۱۰۸۹)

لوگ یہ سمجھ کر کہ ان پر جن چڑھ گیا ہے، ان کا گلا پاؤں سے دبا رہے تھے جبکہ وہ فرماتے ہیں کہ میں بھوک سے بے ہوش ہو گیا تھا، اس کے باوجود بھی انہوں نے اپنا پیٹ حرام سے نہیں بھرا۔ ہمیں تو فاقے بھی نہیں ہو رہے ہیں، دونوں وقت روٹی مل رہی ہے، پھر کیوں حرام کی روزی کی طرف جاتے ہو؟ اگر حرام روزی سے بچنے میں بکرے کا گوشت نہیں ملتا تو بڑے کا کھا لو، بڑے کا نہیں ملتا تو مرغی کا گوشت کھا لو، اگر مرغی بھی نہیں ملتی تو چٹنی روٹی سے زندگی کو باقی رکھا جا سکتا ہے۔ دنیا کے دن ہیں، صبح و شام ہو رہے ہیں، گذر جائیں گے لیکن انڈے اور مکھن کے لئے اللہ کا قہر نہ مول لو۔

دو رکعات نفل کا نفع دنیا کی تمام تجارتوں سے زیادہ ہے

کیا رسول اللہ ﷺ کو اپنی اولاد سے محبت نہیں تھی؟ انبیاء و اولیاء کو اپنی اولاد سے بہت محبت ہوتی ہے کیونکہ اللہ کے ذکر سے ان کا دل نرم ہوتا ہے، اس لئے ان کو اپنی اولاد سے بہت زیادہ محبت ہوتی ہے، اس کے باوجود نبی کریم ﷺ نے اپنی اولاد کے لئے کیا مانگا؟

((اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ اٰلِ مُحَمَّدٍ قُوْتًا (وَفِیْ رِوَایَۃٍ) کَفَافًا ۔ متفق علیہ))

(مشکوۃ المصابیح: (قدیمی)؛ کتاب الرقاق؛ ص ۴۴۰)

اے اللہ! محمد ﷺ کی آل کو بس اتنی روزی دے دیجئے کہ جس سے زندگی گذر سکے اور کسی کی محتاج نہ ہو، نہ اتنی کہ جس سے موٹے ہو جائیں۔ اگر دنیا کچھ اچھی چیز ہوتی تو رسول اللہ ﷺ یہ مانگتے کہ اے اللہ! میری اولاد کو کار اور بنگلے اور مرغ کی بریانیاں و شامی کباب عطا فرما، لیکن نہیں۔ ایک جہاد میں ایک صحابی کو اتنا مالِ غنیمت ملا کہ تھوڑی دیر میں انہوں نے اس کو فروخت کر کے بہت بڑا منافع کما لیا:

((قَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ لَقَدْ رَبِحْتُ رِبْحًا مَّا رَبِحَ الْیَوْمَ مِثْلَہٗ اَحَدٌ مِّنْ اَھْلِ ھٰذَا الْوَادِیْ قَالَ وَیْحَكَ وَمَا رَبِحْتَ؟ قَالَ مَا زِلْتُ اَبِیْعُ وَاَبْتَاعُ حَتّٰی رَبِحْتُ ثَلَاثَ مِائَۃِ اُوْقِیَّۃٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَا اُنَبِّئُكَ بِخَیْرِ رَجُلٍ رَّبِحَ قَالَ مَا ھُوَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ؟ قَالَ رَکْعَتَیْنِ بَعْدَ الصَّلٰوۃِ))

(سنن ابی داؤد: (اسلامی کتب خانہ)؛ باب فی التجارۃ فی الغزو؛ ج ۲ ص ۳۶)

تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں تجھے اس سے زیادہ منافع بخش بات نہ بتاؤں؟ عرض کیا وہ کیا ہے؟ فرمایا دو رکعت نماز نفل پڑھنا اس نفع سے بھی زیادہ قیمتی ہے۔ تمہارا بہت مال کما لینا اتنا قیمتی نہیں ہے جتنا یہ قیمتی ہے کہ تمہارا سر اور اس بارگاہِ پاک کا دَر ہو۔ حدیث شریف میں ہے:

((اَلسَّاجِدُ یَسْجُدُ عَلٰی قَدَمِ الرَّحْمٰنِ))

(حلیۃ الاولیاء لابی نعیم الاصبہانی: ج ۶ ص ۷۱)

کہ جس وقت بندہ سجدہ کرتا ہے تو اس کا سر رحمٰن کے قدموں پر ہوتا ہے۔ نماز میں ہمارا دل اِدھر اُدھر رہتا ہے، اس کا تصور نہیں ہوتا کہ اس وقت ہمارا سر کہاں رکھا ہوا ہے؟ اگر ذرا سا یہ تصور کر لیں کہ اس وقت ہمارا سر اللہ کے قدموں پر ہے تو سجدے میں مزہ آجائے۔

حرام آمدنی پر نادم رہیں اور جلد چھوڑنے کی کوشش کریں

تو میں عرض کر رہا تھا کہ حرام آمدنی سے بچو۔ ایک آدمی حرام میں مبتلا ہو اور پھر بجائے ندامت کے اس کو جائز بھی سمجھتا ہو تو یہ بہت بڑی جرأت ہے، جیسے ایک عورت سے کسی عورت نے پوچھا کہ اے بی! تمہارے شوہر کی تنخواہ کتنی ہے؟ کہنے لگی کہ تنخواہ تو ڈیڑھ سو ہے لیکن ماشاء اللہ! بالائی آمدنی بہت زیادہ ہے۔ رشوت پر نعوذ باللہ! ماشاء اللہ کہہ رہی ہے، شراب پر اگر کوئی بسم اللہ پڑھ لے تو فقہاء فرماتے ہیں کہ کافر ہو جائے گا کیونکہ اللہ کی حرام کی ہوئی چیز پر بسم اللہ پڑھنا اللہ کے ساتھ استہزاء ہے۔ اسی طرح سودی قرضے لے لے کر مکان بناتے ہیں اور پھر اس پر لکھتے ہیں هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ اس سے بہتر تھا کہ گناہ پر نادم ہی رہتے تو اُمید تھی کہ مغفرت ہو جاتی، ندامت میں جذبِ رحمت کی خاصیت ہے لیکن حرام پر فَضْلِ رَبِّیْ کہہ کر ایمان کو بھی ضائع کر رہے ہیں۔

بزرگوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ کوئی حرام آمدنی میں مبتلا ہے تو ایک دَم سے نہ چھوڑے کیونکہ ابھی تو گناہ ہی میں مبتلا ہے، اگر متبادل انتظامِ معاش کے بغیر ہی چھوڑ دیا تو خوف ہے کہ کفر میں مبتلا ہو جائے گا، یعنی جب معاش کی تنگی سے پریشان ہوگا تو خوف ہے کہ کفر نہ بک دے۔

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو تین نصیحتیں

اس وجہ سے بزرگوں نے فرمایا کہ جب تک حرام روزی میں مبتلا ہے، دو

رکعت پڑھ کر سجدے میں سر رکھ دے اور گڑ گڑا گڑ گڑا کر دعا مانگے کہ اے اللہ! مجھے حلال روزی عطا فرما، اور صرف گڑ گڑانے ہی سے کام نہیں بنے گا بلکہ تلاش بھی کرتا رہے، ملازمت کی جگہوں پر کوشش کرتا رہے، اگر حرام آمدنی مثلاً ایک ہزار کی ہے اور حلال کی صرف پانچ سو کی مل رہی ہے تو فوراً چھوڑ دو۔ اب سوال یہ ہے کہ آمدنی کم ہو جائے گی تو بچوں کے پیوند لگ جائیں گے، تو سنو! اگر تمہاری اولاد کے کپڑوں پر پیوند لگ جائیں گے تو تمہاری اولاد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ قیمتی نہیں ہے، اگر ان کے پیوند لگ سکتے ہیں تو تمہارے بچوں کے پیوند لگ گئے تو کیا ہوا؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

((یَا عَائِشَۃُ اِذَا اَرَدْتِ اللُّحُوْقَ بِیْ فَلْیَکْفِکِ مِنَ الدُّنْیَا کَزَادِ الرَّاکِبِ وَاِیَّاکِ وَمُجَالَسَۃَ الْاَغْنِیَاءِ وَلَا تَسْتَخْلِقِیْ ثَوْبًا حَتّٰی تُرَقِّعِیْہِ۔ رواہ الترمذی))

(مشکوۃ المصابیح: (قدیمی)؛ کتاب اللباس؛ ص ۳۷۵)

کہ اے عائشہ! اگر جنت میں میرے ساتھ رہنا چاہتی ہو تو دنیا میں ایسے رہنا جیسے مسافر رہتا ہے، دل کو دنیا سے اچاٹ رکھنا اور مالداروں کے پاس کم اُٹھنا بیٹھنا (تجربہ ہے جو لوگ مالداروں کے پاس بیٹھتے ہیں ہمیشہ ناشکری میں مبتلا رہتے ہیں، دیکھتے ہیں کہ اس کا بنگلہ پانچ سو گز کا ہے، میرے پاس صرف اسّی گز کا ہے تو دل میں شیطان شکایت ڈال دیتا ہے کہ اس کو اللہ نے اتنا دیا، مجھے کچھ نہیں دیا۔) اور تیسری نصیحت یہ فرمائی کہ کپڑے کو پرانا نہ سمجھنا جب تک پیوند نہ لگا لینا۔ آپ کے بھانجے حضرت عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خالہ جان اس نصیحت پر اتنا عمل فرماتی تھیں کہ جب تک اپنے کپڑوں کو بوسیدہ کر کے ان پر پیوند نہ لگا لیتی تھیں تب تک نیا کپڑا نہیں بنواتی تھیں جبکہ سخاوت کا یہ حال تھا: لَقَدْ رَأَیْتُ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا تَصَدَّقَتْ بِسَبْعِیْنَ اَلْفَ دِرْھَمٍ وَّاِنَّھَا لَتُرَقِّعُ جَانِبَ دِرْعِھَا کہ میں نے دیکھا کہ ایک مرتبہ ایک دن میں ستّر ہزار درہم ضرورت مندوں میں تقسیم کر دیئے اور خود

اس دن بھی اپنے کپڑوں میں پیوند لگا رہی تھیں۔ (تنبیہ الغافلین: جزء۱ ص ۱۳۳)

اگر یقین بن جائے تو آخرت کے تمام اعمال آسان ہو جائیں

اب بتاؤ! کس کا درجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بلند ہے کہ جو پیوند لگانے میں بے عزتی محسوس کرتا ہے۔ اگر آج ہم طے کرلیں کہ چاہے دم نکل جائے، چاہے فاقے ہو جائیں، چاہے کپڑوں پر پیوند لگیں لیکن ہم اللہ کو ناراض نہیں کریں گے تو ساری مشکلیں آسان ہو جائیں گی۔ آج ہمیں معمولی معمولی حکموں پر عمل کرنے میں مشکلیں نظر آتی ہیں، اپنی جانوں کو ہم ذرا بھی اللہ کی راہ میں تکلیف دینا نہیں چاہتے اور صحابہ رضی اللہ عنہم تھے کہ کلیجہ میں تیر لگ رہا ہے مگر ہائے نہیں کہتے، کہہ رہے ہیں:

((لَمَّا طُعِنَ حَرَامُ بْنُ مِلْحَانَ يَوْمَ بِئْرِ مَعُوْنَةَ قَالَ بِالدَّمِ هٰكَذَا فَنَضَحَهٗ عَلٰى وَجْهِهٖ وَرَاْسِهٖ ثُمَّ قَالَ فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ))

(صحیح البخاری: (قدیمی)، باب غزوۃ بئر معونۃ، ج۲ص ۵۸۷)

کعبہ کے رب کی قسم! میں کامیاب ہو گیا۔ آج بھی مدینہ منورہ میں احد کے دامن میں ستّر شہیدوں کا لہو گواہی دے رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے پیارے ہیں کہ ان پر جان دینا آسان ہے اور جان ان کے سامنے بے قیمت ہے۔ وہ خون کے قطرے بڑے قیمتی ہیں جو خدا کی راہ میں گریں، ایسے ہی وہ آنسو بڑے قیمتی ہیں جو اللہ کے لئے گریں، وہ پسینہ کے قطرے بڑے قیمتی ہیں جو خدا کی راہ میں گریں۔ اللہ کی قیمت سمجھ لو، اگر اللہ کو پانا ہے تو قربانیاں اور کچھ ایثار کرنا پڑے گا۔ کیا دنیا جیسی حقیر شے بے مشقت مل جاتی ہے؟ دنیا کمانے کے لئے بھی پسینہ گرانا پڑتا ہے تب دنیا ملتی ہے۔ دودھ والوں کو دیکھو کہ رات کو بارہ بجے اُٹھ جاتے ہیں، ہمیں تہجد پڑھنا مشکل ہے اور ان کو بارہ بجے دودھ کے لئے اُٹھنا کیوں آسان ہو گیا؟ اس لئے کہ پیسوں پر یقین ہے اور آخرت پر یقین نہیں۔ اگر یقین پیدا ہو جائے تو آخرت کے اعمال، تہجد، نماز، روزہ، گناہوں سے بچنا، نفس سے جہاد کرنا سب آسان ہو جائے۔

دنیا کی تمام نعمتیں فانی ہیں

اگر اللہ کو ناراض کیا اور دولت کے پاؤں ہی چاٹتے رہے اور حرام آمدنی کو اس لئے نہ چھوڑ سکے کہ دولت سے فراق برداشت نہیں ہوتا تو یاد رکھو کہ یہ دولت دولات مار کر ایک دن قبر میں گرا دیتی ہے۔ وہاں نہ سیٹھ صاحب کا بینک جاتا ہے نہ کار نہ بنگلہ، اُس گاڑھے وقت کے لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا:

((اَکْثِرُوْا ذِکْرَ ھَاذِمِ اللَّذَّاتِ یَعْنِی الْمَوْتَ))

(جامع الترمذی: (ایچ ایم سعید)، کتاب الزھد، باب ما جاء فی ذکر الموت، ج۲ص۵۷)

ترجمہ: لذات کو سرد کرنے والی چیز یعنی موت کو کثرت سے یاد کرو۔ لیکن ہم نے اپنے نبی کی نصیحت کو بھلا دیا۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم دس آدمی حضورِ اقدس ﷺ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے:

((فَقَامَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ یَا نَبِیَّ اللہِ مَنْ اَکْیَسُ النَّاسِ وَاَحْزَمُ النَّاسِ فَقَالَ اَکْثَرُھُمْ ذِکْرًا لِّلْمَوْتِ وَاَشَدُّھُمْ اسْتِعْدَادًا لِّلْمَوْتِ قَبْلَ نُزُوْلِ الْمَوْتِ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْاَکْیَاسُ ذَھَبُوْا بِشَرَفِ الدُّنْیَا وَ کَرَامَۃِ الْاٰخِرَۃِ))

(رواہ الطبرانی فی المعجم الصغیر: ج ۲ ص۱۸۹)

ایک انصاری کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! سب سے زیادہ عقل مند لوگ کون ہے؟ اگر یہ سوال ہم سے کیا جاتا تو ہم میں سے اکثر یہ جواب دیتے کہ عقل مند لوگ وہ ہیں جو ایک ایک ہزار گز کے بنگلے پر رہ رہے ہیں اور مرغ و کباب، بریانیاں اُڑا رہے ہیں اور شراب و کباب اور ٹیڈیوں سے خوب لطف اندوز ہو رہے ہیں، یعنی جو دنیا کی لذتوں میں زیادہ مشغول ہیں وہی عقل مند ہیں اور ایسے لوگ خود بھی اپنے کو نہایت عاقل و ذہین سمجھتے ہیں۔ ڈیفنس و کلفٹن کا شرابی آدمی بھی خود کو کہتا ہے کہ عقل مند تو میں ہوں، میرا پانچ سو گز کا بنگلہ ہے، اور کئی

کاریں ہیں، اور ٹیڈیوں اور شراب سے مزے اُڑا رہا ہوں، اور یہ بدھو ملّا نے لوگ تو مسجدوں کی چٹائیاں توڑ رہے ہیں، سجدوں میں رو رہے ہیں، خدا بھی ان کی دعاؤں کو نہیں سنتا، یہ تو نہایت بے وقوف اور بدھو لوگ ہیں۔ لیکن جس دن موت گلا دبائے گی اس دن معلوم ہوگا کہ بنگلہ زیادہ قیمتی ہے یا اللہ زیادہ قیمتی ہے؟ ناچ رنگ کی محفلیں زیادہ قیمتی ہیں یا اللہ کی یاد زیادہ قیمتی ہے؟

اصلی عقل مند کون لوگ ہیں؟

تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس سوال کے جواب میں یہ نہیں فرمایا کہ عقل مند وہ لوگ ہیں جو کار اور بنگلے والے ہیں یا سائنس پڑھ کر چاند پر جانے والے عقل مند ہیں، بلکہ فرمایا اَكْثَرُهُمْ ذِكْرًا لِّلْمَوْتِ وَاسْتِعْدَادًا لِّلْمَوْتِ عقل مند وہ ہے جو موت کو زیادہ یاد کرتا ہے، جو زیادہ موت کی تیاری کر رہا ہے، آخرت میں یہاں کے نیک اعمال سے کرنسی جمع کر رہا ہے۔ میدانِ محشر میں بھی ایک منادی آواز دے گا:

((يُنَادِيْ مُنَادٍ يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ اَيْنَ اُولُوا الْاَلْبَابِ قَالُوْا اَيَّ اُولِي الْاَلْبَابِ تُرِيْدُ قَالَ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا ...الخ عُقِدَ لَهُمْ لِوَاءٌ فَاتَّبَعَ الْقَوْمُ لِوَاءَهُمْ وَقَالَ لَهُمْ ادْخُلُوْهَا خَالِدِيْنَ))

(اخرجه الاصبهانی فی الترغیب۔ روح المعانی: (رشیدیه)؛ سورة آل عمران؛ ج۴ ص۵۰۰)

کہ عقل مند لوگ کہاں ہیں؟ شاید اس وقت بھی وکلاء کی بار ایسوسی ایشن اور سائنس دانوں اور پروفیسروں کی جماعت جن کو دانشوروں کی جماعت کہا جاتا ہے، شاید یہ لوگ اس وقت بھی یہی کہیں کہ ہم نے دنیا میں بھی بازی مار لی اور ملّانوں کو یہاں بھی ہرا دیا، دیکھو! عقل مندوں کو پکارا جا رہا ہے اور دنیا میں ہم سب سے زیادہ عقل مند تھے، دنیا میں بھی کلبوں میں ننگے ناچتے رہے، یہاں بھی ہم ہی بازی لے گئے، یہاں بھی ہمیں آواز دی جا رہی ہے کہ عقل مند کہاں ہیں؟ یہ ملّانے تو معاشرے پر ناسور تھے، ہمارے ناچ گانے، عیش کی محفلوں کو موت کی یاد دلا کر تلخ کیا کرتے تھے،

ہم تو ان کو دنیا ہی میں دریا برد کرنا چاہتے تھے۔آہ! لیکن اس وقت ایک جماعت کھڑی ہوگی اور سوال کرے گی اَیْنَ اُولِی الْاَلْبَابِ تُرِیْدُ عقل مندوں سے تمہاری کیا مراد ہے؟ اس وقت منادی دینے والا فرشتہ قرآن کی اس آیت کی تلاوت کرے گا اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا ۔۔۔ الخ، وہ لوگ جو اللہ کو یاد کرتے تھے جب کھڑے ہوتے تھے اور جب بیٹھے ہوتے تھے، اور اللہ ان کے دل میں اس قدر اُتر گیا تھا، ان کی جانوں کو اللہ سے اس قدر شدید تعلق تھا کہ جب کروٹ بھی لیتے تھے تو اللہ کا نام لبوں پر آجاتا تھا۔ اس وقت عدالتوں کی بار ایسوسی ایشن اور بڑے بڑے سائنس دانوں کے چہروں پر ذلت چھا جائے گی، ہونٹ کاٹتے ہوئے ہاتھ مَلیں گے کہ آج معلوم ہوا کہ سب سے زیادہ ذلیل اور احمق تو ہم ہی لوگ تھے کیونکہ ہم نے اللہ کو راضی نہیں کیا تھا۔

موت کی یاد گناہوں کی عادت چھڑانے والی ہے

لہٰذا موت کو یاد کیا کرو، جو آج گنہگار ہے تو موت کی یاد اسے نیک بنا دے گی، موت کی یاد ایسی چیز ہے جو گنہگار مسلمان سے گناہ کی عادت چھڑا دیتی ہے۔ اگر وہ گاڑھا وقت سامنے رہے تو آدمی گناہ کے قریب نہ جائے، موت کا دھیان رہے کہ ایک دن اللہ کے حضور میں پیش ہونا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرما رہے ہیں:

((عِظْنِیْ وَاَوْجِزْ فَقَالَ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا قُمْتَ فِیْ صَلٰوتِکَ فَصَلِّ صَلٰوۃَ مُوَدِّعٍ))

(مشکٰوۃ المصابیح: (قدیمی)؛ کتاب الرقاق؛ ص ۴۴۵)

کہ ہر نماز کو یہ سمجھو کہ شاید یہ میری آخری نماز ہے۔ فجر میں یہ سمجھو کہ شاید ظہر نہ ملے اور ظہر کو یہ سمجھو کہ شاید عصر نہ ملے، کیا معلوم کس وقت ویزا ختم ہو جائے۔ نماز اسی وقت نماز ہوتی ہے جب آدمی یہ سمجھتا ہے کہ یہ میری آخری نماز ہے، اس سے موت کا خیال رہنے لگے گا اور آخرت کی فکر بڑھتی جائے گی۔ اگر کسی کو ہمیشہ کے لئے سعودی عرب جانا ہو تو آج ہی سے تیاری شروع کر دیتا ہے اور یہاں مسافرانہ زندگی گزارتا ہے، فکر رہتی ہے کہ وہاں بسنے کے لئے کن کن باتوں سے آسانی ہوگی تا کہ

اس وقت کوئی تکلیف نہ اٹھانی پڑے۔ جہاں ہمیشہ رہنا ہے وہاں کی تیاری میں مصروف نہ ہونا سخت نادانی کی بات ہے۔ وہ گاڑھا وقت جب ساری کائنات سے الگ ہو جاؤ گے، بیوی بچے اعزاء واقرباء کچھ کام نہ آئیں گے، اس کی فکر نہ ہونا بے وقوفی ہے۔ مکان بھی یہیں رہ جائے گا، بچے بھی کہیں گے کہ یہ مکان ابا ہی نے بنایا تھا لیکن اب تو لاش سڑ جائے گی، جلدی نکالو۔ اولاد بھی مجبور ہے، لہٰذا! ان مکانوں سے ابھی سے دل توڑ لو۔

اس زندگی کے چراغ سے چراغِ ابدی جلالو

یاد رکھو کہ ایک دن تم کو بے زبان ہونا ہے، اس لئے دنیا ہی میں اپنی زبان سے کام لے لو، اس دن سے پہلے خوب اللہ اللہ کر لو جس دن زبان بے زبان ہو جائے گی۔ منہ میں زبان ہو گی لیکن نہ سبحان اللہ کہہ سکتی ہے، نہ اللہ کہہ سکتی ہے، نہ ذکر و تلاوت کر سکتی ہے۔ وہ وقت آنے سے پہلے اس زبان سے خوب اپنے اللہ کو یاد کر لو، اللہ اللہ کر لو، تلاوت کر لو۔ اپنی آنکھوں اور کانوں اور ہاتھوں سے اپنے اللہ کو خرید لو، کیسے؟ اللہ کے دیئے ہوئے رزق سے آنکھوں میں جو روشنی پیدا ہوئی ان آنکھوں سے لڑکیوں اور اَمردوں کو نہ دیکھو، اللہ والے کو دیکھو، لاشوں کی یاد میں نہ روؤ، اللہ کی یاد میں روؤ۔ یوں کیا تو گویا تم نے اپنی آنکھیں اللہ کے راستے میں دے دیں، اللہ سے سودا کر لیا کہ میں نے آنکھیں آپ کو دے دیں، آپ اس کے بدلے میں مجھے مل جایئے۔ اسی طرح کانوں سے اللہ کی باتیں سنو، کسی کی غیبت اور برائی نہ سنو، یہ کیا تو گویا ان کانوں سے تم نے اللہ کا سودا کر لیا، کان انہیں دے دیئے جنہوں نے کان عطا کئے ہیں، اس کے بدلے میں خود انہیں لے لیا۔ ہاتھوں سے حرام مال نہ کھاؤ، ان ہاتھوں سے صدقہ کرو تو یہ ہاتھ تم نے اللہ کے راستے میں دے دیئے، گویا ان ہاتھوں سے انہیں خرید لیا۔ اسی طرح آج یہ جسم کا بازار گرم ہے اور یہاں اللہ تعالیٰ کا سودا مل رہا ہے، عقل مند ہے وہ شخص جس نے اس گرم بازاری سے فائدہ اٹھا لیا اور سودا خرید لیا، اور بے وقوف ہے وہ شخص جو اس وقت سوتا رہا، کل جب بازار ٹھنڈا پڑ جائے گا تو یہ ہاتھ مَلے گا۔ اس

زندگی کا چراغ تو ابتر ہے۔اس چراغ سے ایسا چراغ جلالو جو کبھی نہ بجھے ۔

باد تند است و چراغ ابترے	زو بگیرانم چراغ دیگرے

موت کی ہوا تو تیز چل رہی ہے اور تمہاری زندگی کا چراغ ضعیف ہے۔ایک چراغ سے دوسرا چراغ جلتا ہے۔کیسے جلے گا؟ عبادت سے، تلاوت سے، ذکر سے، نماز سے۔ زندگی کے چراغ کی لَو سے اپنی روح میں چراغ جلالو، وہ کبھی نہیں بجھے گا، نہ قبر میں بجھے گا، نہ برزخ میں، نہ پلِ صراط پر بجھے گا، نہ جنت میں بجھے گا۔ یہ جسم کا چراغ تو فانی ہے، اس چراغ سے روح میں ایسا چراغ جلالو جو ہمیشہ باقی رہے گا لیکن وہ چراغ جلے گا اسی چراغ سے۔جیسے بجلی کے بلب تو جل رہے ہیں، روشنی ہو رہی ہے لیکن اچانک بجلی چلے جانے کے خوف سے ہم اس بجلی کی روشنی کے ساتھ لال ٹین، موم بتی اور دیا سلائی کا انتظام بھی رکھتے ہیں تاکہ جب بجلی اچانک چلی جائے تو اس وقت موم بتی کا نور ہی کام دے گا۔اسی طرح جب تلاوت میں، ذکر اللہ میں، اللہ کی یاد میں کسی کے آنسو بہتے ہیں تو یہ وہ نورانی تیل ہے کہ جس سے موت کے وقت روح میں ابدی چراغ روشن ہوتا ہے۔اگرچہ اس وقت ہمیں پتا نہیں چلتا کہ ذکر و تلاوت و اعمالِ صالحہ سے کیا دولت ہمارے پاس ہے سوائے اس کے کہ دل میں سکون محسوس ہوتا ہے، البتہ جب اس جسدِ عنصری کا پردہ روح پر سے ہٹے گا، اس وقت روح یہ انوار کا سرمایہ لے کر اپنے رب کے پاس جائے گی، اس وقت پورا انکشاف ہوگا اس دولت کا، اگرچہ یہ دولت اب بھی موجود ہے، جیسے دن کے وقت بھی چاند اور تارے موجود ہوتے ہیں لیکن جب سورج ڈوبے گا تب ان کا نور ظاہر ہوگا۔

اسی طرح جو لوگ دنیا میں خوب اللہ کو یاد کر رہے ہیں، ان کی روح میں انوار کا خزانہ اس وقت بھی موجود ہے لیکن جب موت آئے گی، تب اس نور کا پورا پتا چلے گا۔ اب اس سے اندازہ لگا لو کہ جن لوگوں نے اپنی جانوں کا سہارا عورتوں کو، فیکٹریوں کو، تجارت و دولت کو بنا رکھا ہے، ان کی روح کیسی بے کسی اور تہی دستی کے عالَم میں اللہ کے

پاس جاتی ہے، اس وقت کون اپنی فیکٹری اور کون تجارت اور کون کار اور بنگلہ قبر میں لے کر جاتا ہے؟ لیکن چونکہ انہوں نے اپنی زندگی میں روح میں دوسرا چراغ روشن نہیں کیا تو موت کے وقت ان کی روح بے کسی کی تاریکی میں غرق ہو جاتی ہے۔

تازیانۂ محبت

تو موت کی یاد فاسق کو مومن بناتی ہے اور مومن کو ولئ کامل بناتی ہے۔ مراقبہ کرو کہ اللہ کے سامنے پیشی ہو رہی ہے، اور اللہ تعالیٰ پوچھ رہے ہیں کہ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تہذیب پر انگریزوں کی، کافروں کی تہذیب کو ترجیح کیوں دی؟ تم نے ہمارے دشمنوں کی وضع قطع کو کیوں اپنایا تھا؟ اور ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وضع قطع کو کیوں چھوڑا تھا؟ نالائق! کیا ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تہذیب میں خدانخواستہ کوئی نقص تھا؟ کیا ہمارے دشمنوں کی تہذیب اچھی تھی؟ ہم نے تمہیں ویزے پر دنیا میں بھیجا تھا، تم نے اپنے کو وہاں کا نیشنل کیوں سمجھ لیا تھا؟ تم کیوں بھول گئے تھے کہ تمہیں ایک دن ہمارے پاس واپس آنا ہے؟ (یہ بیان مسجد الفلاح، بلاک ایچ، نارتھ ناظم آباد، کراچی میں بروز جمعہ ۸؍شعبان المعظم ۱۳۹۳ھ مطابق ۹؍ستمبر ۱۹۷۳ء کو ہوا تھا)

زندگی خدا پر فدا کرنے کے لئے دی گئی ہے

۲۰؍ذوالقعدہ ۱۳۹۳ھ مطابق ۱۶؍دسمبر ۱۹۷۳ء بروز اتوار

ارشاد فرمایا کہ آج کل لوگ کہتے ہیں کہ صاحب! آج کل تو ایمان و اسلام کے ساتھ جینا بہت مشکل ہو گیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ کیا دنیا میں جینے کے لئے آئے ہو یا خدا کی راہ میں مرنے کے لئے آئے ہو؟ ہمارا بنیادی نظریہ ہی غلط ہے کہ ہم یہاں جینے کے لئے آئے ہیں، ہم تو یہ زندگی خدا کو دینے کے لئے آئے ہیں۔

دنیا عیش و آرام کی نہیں، آخرت کمانے کی جگہ ہے

۲۵؍ذوالقعدہ ۱۳۹۳ھ مطابق ۲۱؍دسمبر ۱۹۷۳ء مسجد الفلاح، ایچ بلاک، نارتھ ناظم آباد

ارشاد فرمایا کہ دنیا دھوکہ باز ہے۔ آج مال و اولاد، دوست احباب سب

اپنے معلوم ہورہے ہیں لیکن جب موت آتی ہے تو یہ دنیا لات مار کر قبر میں دھکیل دیتی ہے۔ پھر قبر میں نہ کار اور بنگلہ ساتھ جاتا ہے نہ بیوی بچے جاتے ہیں، نہ دوست احباب، نہ مال ودولت جاتا ہے۔ دنیا زمین کے اوپر رہ جاتی ہے اور آپ زمین کے نیچے چلے جاتے ہیں۔ لہٰذا قبل اس کے کہ دنیا تمہیں دھوکہ دے، تم دنیا کو دھوکہ دے دو یعنی دنیا کو بھلا دو، دنیا کو بھلایا جاسکتا ہے۔ ایک بزرگ نے سامنے حلوہ رکھا ہوا تھا اور اپنے نفس سے کہتے تھے کہ پہلے دو رکعت پڑھ لے پھر تجھے حلوہ کھلاؤں گا، جب دو رکعت پڑھ چکتے تو پھر نفس سے کہتے کہ اچھا دو رکعت اور پڑھ لے، پھر حلوہ کھلاؤں گا، غرض نفس کو اس طرح بہلا بہلا کر کام لے رہے تھے۔ دنیا محنت اور کام کی جگہ ہے، آرام کی جگہ نہیں ہے، اس لئے یہاں نفس سے خوب کام لے لو۔ نفس تو بے وقوف ہے، مثل بچہ کے ہے، صاحبِ قصیدہ بردہ فرماتے ہیں ؎

اَلنَّفۡسُ كَالطِّفۡلِ اِنۡ تُهۡمِلۡهُ شَبَّ عَلٰى
حُبِّ الرَّضَاعِ وَ اِنۡ تَفۡطِمۡهُ يَنۡفَطِمُ

نفس تو مثل بچہ کے ہے کہ اگر اس کا دودھ نہ چھڑاؤ گے تو جوان ہوجائے گا اور پھر بھی دودھ پیتا رہے گا، اسی طرح نفس کی اگر بُری عادتیں نہ چھڑاؤ گے تو یہ کبھی نہ چھوڑے گا، اس لئے اس سے زبردستی چھڑادو۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں دنیا میں روزی کمانے نہیں بھیجا

۲۱؍ذوالحجہ ۱۳۹۳ھ مطابق ۱۴؍جنوری ۱۹۷۴ء بعد عصر

ارشاد فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ کو ہم سے دنیا میں صرف روزی کموانا ہوتا یا روزی کمانے کی ان کی نظر میں بہت اہمیت ہوتی تو قرآنِ پاک میں فرماتے کہ اے ایمان والو! سرگرمی سے روزی کمایا کرو، اور روزی کمانے کے لئے سرگرداں رہا کرو لیکن فرمایا: وَمَا مِنۡ دَآبَّةٍ فِى الۡاَرۡضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزۡقُهَا (سورۃ ھود : آیۃ ٦) کہ ہر جاندار کا رزق ہمارے ذمہ ہے، اور کیا فرمایا: وَاذۡكُرُوا اللّٰهَ كَثِيۡرًا لَّعَلَّكُمۡ

تُفْلِحُوْنَ(سورۃالانفال : آیۃ ۴۵)اے ایمان والو! کثرت سے ہمیں یاد کیا کرو۔ معلوم ہوا کہ جوذکرکثرت سے کرے گا،اس کے لئے روزی وغیرہ تمام مہمات کو اللہ تعالیٰ آسان فرمادیں گے۔

انسان کی قیمت کیسے بڑھتی ہے؟

۱۳/جمادی الثانیہ ۱۳۹۳ھ مطابق ۱۵/جولائی ۱۹۷۳ء بروزاتوار

ارشاد فرمایا کہ انسان اگر اپنی قیمت بڑھالے اور اللہ والا ہوجائے تو آسمان بھی اس پر رشک وغبطہ کرتا ہے کہ کاش میں بھی مٹی ہوتا، یہ مٹی کا انسان تو مجھ سے بازی لے گیا۔اسی کومولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

چوں برآرم دم بہ اللہ الصمد
چرخ نعرہ لیتنی کنتُ زند

جب میں اللہ تعالیٰ کے عشق کی مستی میں اپنی زبان سے اللہ کا نام لیتا ہوں تو آسمان بھی مجھ سے شرما جاتا ہے اور نعرہ لگاتا ہے یٰلَیْتَنِیْ کُنْتُ تُرٰبًا اے کاش میں مٹی ہوتا ؎

کبھی کبھی تو اسی ایک مشتِ خاک کے گرد
طواف کرتے ہوئے ہفت آسماں گذرے

کمیت کے اعتبار سے تو زمین وآسمان انسان سے بڑے ہیں لیکن کیفیت کے اعتبار سے چھوٹے ہیں، یہی وجہ ہے کہ جب اللہ نے بارِامانت ان پر پیش کیا تو مارے ڈر کے اس کو اُٹھانے سے انکار کردیا اور یہ پانچ فٹ کا چھوٹا سا انسان اپنا ننھا سا دل لئے ہوئے آگے بڑھا اور کہا کہ اے رب! میرے دل وجگر آپ کے اس بار کو اُٹھانے کے لئے حاضر ہیں: حَمَلَهَا الْاِنْسَانُ، معلوم ہوا کہ اس چھوٹے سے انسان کے ننھے سے دل میں کوئی ایسا عظیم مادّہ تھا جو زمین وآسمان کے پاس باوجود ظاہری کمیت کی عظمت کے نہ تھا، اور وہ محبت کا مادّہ تھا جس سے زمین وآسمان خالی تھے۔اسی محبت نے بارِشریعت کو اُٹھالیا کہ اے اللہ! جہاں آپ فرمائیں گے وہاں دیکھوں گا، جہاں منع

فرمادیں گے رُک جاؤں گا، جہاں فرمائیں گے جہاد میں جان دے دوں گا، ہم آپ کے ہیں اے اللہ! آپ کے ہو کر رہیں گے۔

پس جب آدمی اللہ والا ہو جاتا ہے تو فرشتوں سے بھی بازی لے جاتا ہے، حدیث شریف میں ہے:

((اِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ یُبَاھِیْ بِکُمُ الْمَلٰٓئِکَۃَ))

(الصحیح لمسلم: (قدیمی)؛ باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القراٰن۔۔۔الخ؛ ج ۲ ص ۳۴۶)

اللہ تعالیٰ شانہٗ فرشتوں پر فخر کرتے ہیں، یعنی فرماتے ہیں کہ اے فرشتو! تمہارے اندر تقاضے وشہوات نہیں ہیں، حوائج وضروریات نہیں ہیں لیکن ان انسانوں کو دیکھو کہ ان کے نفس کے اندر شہوتیں وتقاضے بھی ہیں اور ان کے ساتھ شیطان بھی لگا ہوا ہے، جو اِن کو ہر وقت میری نافرمانی پر آمادہ کرنا چاہتا ہے، اور ان کے ساتھ حوائج وضروریات بھی ہیں، اس کے باوجود یہ میرے بندے میری یاد میں اپنے پاؤں کو خود اپنے ارادوں کی زنجیروں سے جکڑ کے میرے پاس بیٹھے ہوئے ہیں، میں ان پر فخر کرتا ہوں۔ انسان اگر اپنی قیمت بڑھائے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے اس پر فخر کرتے ہیں اور اگر اپنی قیمت گھٹا لے یعنی اللہ کو چھوڑ کر نفس کی خواہشات کو خدا بنا لے تو کتے سور بھی اس پر ہنستے ہیں کہ یہ ان سے بھی زیادہ ذلیل ہو جاتا ہے کیونکہ کتے سور کا حساب کتاب نہیں ہے، ان کے لئے جنت دوزخ نہیں ہے لیکن انسان کو حساب کتاب بھی دینا ہے، عذابِ قبر وعذابِ محشر وعذابِ دوزخ بھی ہے، اس کے باوجود وہ گناہ ونافرمانی کرتا ہے تو اس سے زیادہ ذلیل اور احمق کون ہو سکتا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ انسان اپنی قیمت کیسے بڑھا سکتا ہے؟ اس میں مختلف زاویۂ نظر ہیں، اس میں ہر شخص کا اختلاف اور مختلف نظریات ہیں، ہر شخص اپنا نظریہ پیش کرتا ہے۔ ایک طبقہ کہتا ہے کہ اگر ایک عالیشان بنگلہ ہو، کار ہو، دروازے پر چوکیدار کھڑا ہو، جسم پر عمدہ سوٹ اور زبان پر مرغ کی بریانی وقورمہ ہو تو اس شخص کی

قیمت بڑھ گئی، دوسرا طبقہ کہتا ہے کہ نہیں! یہ کچھ نہ کرو، قوم کی خدمت کرو، غریبوں کے لئے ہسپتال کھلوادو، مفت تعلیم کا انتظام کرواور غریبوں کو دودھ کے ڈبّے اور مکھن تقسیم کردو یعنی خادم القوم ہوجاؤ تو قیمت بڑھ جائے گی، تیسرا طبقہ کہتا ہے کہ کسی فن میں کمال حاصل کرلو مثلاً شاعری میں کمال حاصل کرلو کہ تمہارے شعروں کی سارے ملک میں دھوم مچ جائے اور عزت و نام پیدا ہوجائے، چوتھا طبقہ کہتا ہے کہ چاند پر پہنچ جاؤ تاکہ ترقی یافتہ ملکوں پر سائنسی برتری حاصل ہوجائے، وغیرہ۔ غرض مختلف نظریات ہیں لیکن ایک بات بتایئے کہ ایک دن مرنا تو ضرور ہے، جس دن جنازہ قبر میں دفن ہوگا تو ان کی قیمت میں ان چیزوں سے کیا اضافہ ہوگا؟ کچھ بھی نہیں۔ مال و دولت، عہدہ، شہرت سب زمین کے اوپر ہی رہ جائیں گے کیونکہ ایک مٹی کے ساتھ دوسری مٹی مثبت کردی جائے تو حاصل مٹی ہی آئے گا۔ مٹی کی قیمت مٹی سے نہیں ہوتی، اس مٹی کی قیمت اللہ تعالیٰ کی رضا سے لگتی ہے۔ خالقِ کائنات کو جو مٹی خوش رکھتی ہے وہ مٹی قیمتی ہوتی ہے۔ وہ مٹی قیمتی ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رضا مثبت ہو ؎

ہم ایسے رہے یا کہ ویسے رہے
وہاں دیکھنا ہے کہ کیسے رہے

اس مٹی کو اللہ تعالیٰ پر فدا کرکے اپنی قیمت بڑھالیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب لوگ مجھ سے پوچھتے ہیں کہ کفار کی قومی خدمات اور انسانی ہمدردیاں کیا ان کی نجات کے لئے کافی نہیں؟ تو میں یہی کہتا ہوں کہ ہرگز نہیں! اس لئے کہ یہ قوم کی تو خدمت کررہے ہیں اور اللہ کو ناراض کر رکھا ہے۔ اللہ نے ہمیں دنیا میں قومی خدمت کے لئے نہیں بھیجا، اللہ کو راضی کرنے کے لئے بھیجا ہے، اور اللہ کو راضی کرنا موقوف ہے اللہ و رسول پر ایمان لانے سے، اس کے بعد ثانوی درجہ قومی خدمات وانسانی ہمدردی کا ہے۔ اللہ کو راضی کرتے ہوئے جو خدمت کی جائے گی وہ قبول ہے ورنہ کوئی بھی بڑی سے بڑی خدمت غیر مقبول ہے، دلیل؟ دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجٰهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ط﴾

(سورۃ التوبہ: آیۃ ۱۹)

کہ اے کفار و مشرکین! حاجیوں کو پانی پلانے سے اور بیت اللہ کی تعمیر سے تم ان لوگوں کے برابر نہیں ہو جاؤ گے جو اللہ پر اور یومِ آخرت پر ایمان لائے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں۔ تو حاجیوں کو پانی پلانے سے بڑھ کر کون سی قومی خدمت ہو سکتی ہے اور تعمیرِ کعبہ سے بڑھ کر کس ہسپتال کی تعمیر ہو سکتی ہے؟ پس جب ایمان کے بغیر تعمیرِ کعبہ اور حاجیوں کو پانی پلانا بھی قبول نہیں تو پھر ہسپتالوں کی تعمیر اور دودھ مکھن کی مفت تقسیم اور دوسری تمام قومی خدمات کی کیا حقیقت ہے؟ ان سے کفار کو آخرت میں نجات نہیں ملے گی۔ اس کو یوں سمجھیں کہ ایک باپ کے چار بیٹے ہوں، تین بیٹوں سے باپ بہت خوش ہو اور ایک بیٹے سے ناراض ہو۔ جس سے باپ ناراض ہے وہ تینوں بھائیوں کی خوب خدمت کرتا ہے، ان کو ہدیے تحفے بھی دیتا ہے، ان کو دودھ مکھن تقسیم کر رہا ہے، بیمار ہوتے ہیں تو علاج بھی کرواتا ہے، وغیرہ وغیرہ، لیکن نالائق کبھی باپ کو راضی کرنے کی کوشش نہیں کرتا تو بتاؤ! کیا ایسے نالائق بیٹے سے باپ خوش ہو سکتا ہے؟

اب سنئے! ہماری قیمت اس طرح بڑھ سکتی ہے جس طرح سے تلّی کے تیل کی قیمت بڑھتی ہے اور وہ روغنِ گل بنتا ہے، بس دو کام کرنے کے ہیں (۱) مجاہدہ (۲) صحبتِ صالحین۔ میرے شیخ شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے جون پور کے کارخانے میں جہاں روغنِ چنبیلی اور روغنِ گل بنتا تھا، لے جا کر دکھایا کہ تلّی کو دو مجاہدے سے گذارا جاتا ہے، پہلے اس کو خوب رگڑ کر اس کی بھوسی چھڑاتے ہیں، جب ساری بھوسی چھوٹ جاتی ہے اور ایک ہلکی سی جھلی رہ جاتی ہے جس سے تیل جھلک رہا ہوتا ہے کہ ذرا سی سوئی چبھو دی جائے تو تیل باہر آجائے، پھر دوسری جگہ

لے جا کر دکھایا جہاں اس تلّی کو چنبیلی کے پھولوں کی تہوں میں رکھا ہوا تھا، کہیں گلاب کے پھول تہہ بہ تہہ تھے۔ پھر فرمایا کہ اب جب تلّی پھول کی خوشبو کو خوب جذب کر لیتی ہے تو اس کو کولہو میں پَیلا جاتا ہے جس سے روغنِ گل اور روغنِ چنبیلی نکلتا ہے۔ بتاؤ! روغنِ تل کی قیمت بڑھی کہ نہیں؟ اب تلّی کا تیل روغنِ گل بن گیا اور قیمتی ہو گیا۔ اگر تلّی مجاہدہ نہ کرے یا مجاہدہ کرے لیکن اس کو صحبتِ گل نصیب نہ ہو تو کیا وہ روغنِ گل بن سکتی ہے؟ معلوم ہوا کہ صحبت بھی ضروری ہے اور مجاہدہ بھی ضروری ہے۔

میرے شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ سلوک میں بھی ان ہی دونوں چیزوں کی ضرورت ہے، جتنا اللہ والوں کی صحبت ضروری ہے اتنا ہی مجاہدہ بھی ضروری ہے۔ اگر تلّی کا تیل اپنے موٹے موٹے چھلکوں کے ساتھ گلاب کی صحبت میں رہے تو اس میں جذبِ فیض نہیں ہوگا، پھول کا اثر نہیں آئے گا۔ دوسری بات یہ کہ جیسا پھول ہوگا ویسا ہی اُس کا اثر آئے گا، نبی کا پھول ہے تو صحابی بنے گا، صحابی کے پھول سے تابعی بنے گا، تابعی کے پھول سے تبع تابعی بنے گا، بس پھول دیکھنا ہے کہ کیسا ہے؟ پھول دیکھنے میں ذرا کوشش کرنا چاہیے کہ اعلیٰ درجہ کا پھول ہو ورنہ اگر گھٹیا درجہ کا پھول ہوگا تو تلّی کے تیل کے اندر خوشبو بھی گھٹیا آئے گی، لہٰذا اللہ والا بھی وہ ڈھونڈو جو اللہ تعالیٰ کے عشق و محبت اور تقویٰ سے معطر ہو اور اس میں گناہوں کی ظلمات نہ ہوں تو ان شاء اللہ! اس کی صحبت میں تھوڑے سے مجاہدے سے کام بن جائے گا۔

ہمارا وجود دو (۲) فنا کے درمیان ہے

۲۴ محرم الحرام ۱۳۹۴ھ مطابق ۱۷ فروری ۱۹۷۴ء بروز اتوار

ارشاد فرمایا کہ دو فنا کے درمیان ہم موجود ہیں، پہلے نہیں تھے، اب ہیں اور ایک دن ایسا ہوگا کہ پھر نہیں ہوں گے۔ یعنی دو منفی کے درمیان ایک مثبت ہے، دو عدم کے درمیان ہمارا وجود ہے۔ پس عقل مند وہی ہے جو اس زندگی سے آخرت کے کام لے لے۔ قبل اس کے کہ ہم پر عدم طاری ہو، ہم ایسے اعمال کر لیں جو اللہ کے

خزانہ میں باقی ہوجاویں۔ ہمارے پاس جو کچھ ہے وہ فنا ہونے والا ہے اور جو چیز اللہ تعالیٰ کے پاس جمع ہوجاتی ہے وہ باقی ہوجاتی ہے: مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ (سورۃ النحل: آیۃ ۹۶)۔ حدیث شریف میں ہے کہ ایک بکری ذبح کی گئی:

((اِنَّهُمْ ذَبَحُوْا شَاةً فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَقِيَ مِنْهَا قَالَتْ مَا بَقِيَ مِنْهَا اِلَّا كَتِفُهَا قَالَ بَقِيَ كُلُّهَا غَيْرَ كَتِفِهَا ۔ رواہ الترمذی))

(مشکوۃ المصابیح: (قدیمی)؛ کتاب الزکوۃ؛ باب فضل الصدقۃ؛ ص ۱۶۹)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ گھر کے آدمیوں نے یا صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے ایک بکری ذبح کی (اور اس میں سے تقسیم کردیا) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ کتنا باقی رہا؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ اور کچھ باقی نہ رہا، صرف ایک دست گوشت باقی رہ گیا (باقی سب تقسیم ہوگیا)، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جتنا تم نے دے دیا، وہ سب وہاں باقی ہوگیا، ہمیشہ رہنے والا ہوگیا سوائے اس دست کے یعنی جو کچھ اللہ کے راستہ میں خرچ کردیا، اس کا اجر آخرت میں ملے گا۔ میں تو کہتا ہوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی ایک دلیل آپ کا کلام بھی ہے، ایک نبی امی کے کلام میں اتنی فصاحت و بلاغت کا ہونا دلیل ہے آپ کی رسالت کی۔

دنیا کا سارا عیش ایک دھوکہ ہے

ارشاد فرمایا کہ جس کی بینائی صحیح ہو اور بیمار بھی نہ ہو تو اس کی نظر صحیح دیکھتی ہے، اور جس کی آنکھ میں یرقان ہو، اس کو سفید دیوار بھی پیلی نظر آتی ہے۔ ساری دنیا کی نظریں بیمار ہیں، صرف حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر پاک اور صحیح دیکھنے والی ہے کیونکہ آپ کی نگاہِ پاک میں وحیٔ الٰہی کا سرمہ لگا ہوا ہے، حق تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ۝﴾

(سورۃ النجم: آیۃ ۱۷)

آپ کی نگاہ نہ تو بہکی اور نہ حد سے بڑھی (از ترجمہ مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ)

یعنی جو کچھ دیکھا اس میں نظر نے کوئی خطا یا غلطی نہیں کی۔ میرے نبی کی آنکھ میں تو نورِ وحی کا سرمہ لگا ہوا ہے، اس لئے آپ کی آنکھ غلط نہیں دیکھ سکتی، وحی کے نور سے دیکھتی ہے۔ پس جس ذاتِ گرامی ﷺ کی آنکھوں میں نورِ وحی کا سرمہ تھا، انہوں نے دنیا کو دارالغرور فرمایا ہے کہ یہ دھوکہ کا گھر ہے۔ ساری دنیا اور اس کے دانشور دنیا کی جو بھی تعریف کریں، وہ غلط ہوگی کیونکہ ان کی آنکھیں نورِ وحی سے محروم ہیں، اس لئے وہ غلط دیکھتی ہیں، اور جب غلط دیکھتی ہیں تو غلط رائے قائم کرتی ہیں، پس جو حضور نبیٔ کریم ﷺ نے فرمادیا وہی حق ہے۔

پردیس کا فقیر اور وطن کا رئیس ہونا بہتر ہے اس سے کہ آدمی پردیس کا تو رئیس ہو اور وطن کا بھنگی ہو، وطن کا رئیس ہی حقیقتاً رئیس ہے مثلاً کراچی اسٹیشن کے پلیٹ فارم پر ایک سیٹھ ہے جو معمولی لباس میں ہے، اور لاہور جارہا ہے لیکن میلی کچیلی قمیص کی جیب کے اندر ایک لاکھ کے نوٹ رکھے ہوئے ہے، اور دوسرے ایک صاحب ہیں، یہ بھی لاہور جارہے ہیں اور نہایت قیمتی ٹائی اور سوٹ پہنے ہوئے ہیں، ریل میں ایئر کنڈیشن ڈبہ میں بیٹھ کر بریانی، کباب اور مشروبات اُڑا رہے ہیں، کباب پر کباب اور پاکولے پر پاکولا چل رہا ہے، ڈبہ والے دیکھ کر کہتے ہیں کہ یہ اصلی سیٹھ ہے۔ لیکن جب سب لاہور اپنے وطن پہنچ گئے اور ان صاحب کے یہاں گئے جن کو کراچی میں سب سیٹھ سمجھ رہے تھے تو دیکھا ان کا گھر ایک جھونپڑا ہے، سوڈیڑھ سو روپے کے کہیں ملازم ہیں، سوٹ اور ٹائی لائٹ ہاؤس والی گلی سے خریدا ہوا تھا، جہاں پانچ پانچ روپے کے سوٹ ملتے ہیں، کباب اور پراٹھا جو اُڑا رہے تھے وہ کہیں سے رشوت کی آمدنی مل گئی تھی۔

غرض معلوم ہوا کہ یہ صاحب پردیس میں تو رئیس بنے ہوئے تھے لیکن وطن میں نہایت قلاش اور مفلس ہیں، اور وہ شخص جس کو سب نے غریب سمجھا تھا، اس کا ایک ہزار گز کا بنگلہ بھی ہے، کار بھی ہے، بڑا مل مالک ہے، نوکر و خدام ہیں۔ یہ

پردیس میں تو غریب معلوم ہو رہا تھا مگر وطن کا رئیس تھا۔ ایسے ہی یہ دنیا مسافر خانہ ہے، سفر کی جگہ ہے، ہمارا ہر سانس سفر میں ہو رہا ہے، ہر سانس میں ہم آخرت کی طرف بڑھ رہے ہیں اور دنیا سے دور ہو رہے ہیں۔ اس سفر کی حالت میں یہ پتا نہیں چل رہا ہے کہ کون رئیس ہے اور کون فقیر ہے؟ قیامت کے دن معلوم ہوگا کہ رئیس کون ہے؟ جس کے پاس اعمال نیک ہوں گے، وہی وطنِ آخرت کا رئیس ہوگا، دنیا میں خواہ اس کے کپڑوں میں پیوند لگے ہوں، بے نام ونشان ہو۔ اور جو لوگ آج یہاں خوب پا کولا اور کباب اُڑا رہے ہیں، کار اور بنگلہ بھی ہے، مل اور کارخانہ بھی ہے لیکن اللہ کو ناراض کئے ہوئے ہیں، ان کو دوزخ کا گرم پانی پلایا جا رہا ہوگا، پھر معلوم ہوگا کہ رئیس کون تھا؟ جن کی کھوپڑی آخرت میں جوتوں سے گنجی کی جا رہی ہو، اور وہاں کوئی یہ کہے کہ صاحب! دنیا میں یہ بڑے رئیس آدمی تھے، ان کے پاس ڈیڑھ ہزار گز کا بنگلہ تھا، چار ملیں چل رہی تھیں، دو کاریں تھیں، بیسیوں خادم تھے تو بتاؤ! ایسی ریاست سے کیا فائدہ کہ آدمی پردیس کا رئیس اور وطن کا مفلس ہو۔

دنیا کی زندگی محض ایک افسانہ ہے

۱۶؍ربیع الاول ۱۳۹۴ھ مطابق ۱۰؍اپریل ۱۹۷۴ء بروز بدھ، پانچ بجے شام

ارشاد فرمایا کہ حضرت نوح علیہ السلام کو بطور معجزہ کے ساڑھے نو سو سال کی عمر دی گئی تھی ورنہ اتنی عمر کسی کی تھوڑی ہوتی ہے، ان سے پوچھا جائے گا کَیْفَ وَجَدْتَّ الدُّنْیَا آپ نے دنیا کو کیسا پایا؟ تو وہ جواب دیں گے:

((کَبَیْتٍ لَّہٗ بَابَانِ دَخَلْتُ مِنْ بَابٍ وَّ خَرَجْتُ مِنْ بَابٍ اٰخَرَ))

(الھدایۃ الی بلوغ النھایۃ: جزء ۱۲ ص ۷۷۲۸)

ایک دروازے سے داخل ہوا اور دوسرے سے نکل آیا۔

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

دنیا جب آتی ہے تو اپنے ساتھ غموں کو لاتی ہے

۱۴/صفرالمظفر ۱۳۹۴ھ مطابق ۹/مارچ ۱۹۷۴ء بعد عشاء

ارشاد فرمایا کہ جولوگ دنیا کی فکروں سے روتے رہتے ہیں اور حصولِ دنیا کے لئے مغموم رہتے ہیں، دنیا بھی جب ان کے پاس آتی ہے تو روتی ہوئی آتی ہے (یعنی غموں کے ساتھ آتی ہے)۔

دنیا زیادہ مل جائے تو دین پر قائم رہنا مشکل ہوجاتا ہے

۱۵/صفرالمظفر ۱۳۹۴ھ مطابق ۱۱/مارچ ۱۹۷۴ء بروز اتوار

ارشاد فرمایا کہ زیادہ مال کی ہوس میں نہ پڑنا چاہیے، جب مال زیادہ آجاتا ہے تو دین پر قائم رہنا مشکل ہوجاتا ہے۔ بس اتنی دنیا ہو کہ کسی کا محتاج نہ ہو، کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلانا پڑے، دو وقت کی روٹی اور کپڑا اگر مل رہا ہے، بیوی بچوں کی ضروریات پوری ہورہی ہیں، تو پھر زیادہ دنیا حاصل کرنے کی فکر نہ کرے۔ میرے پاس ایک صاحب آیا کرتے تھے جو پریشان حال تھے، مجھ سے ذکر و وظیفہ بھی پوچھا، ذکر کرنے لگے، نماز اور جماعت کی پابندی اور نوافل کا اہتمام، ماشاءاللہ سب کچھ حاصل تھا، لیکن اب معلوم ہوا کہ تجارت خوب چل گئی اور مال خوب آنے لگا تو اب انہوں نے میرے پاس آنا چھوڑ دیا۔ مل مالکوں اور کارخانہ داروں کے دل میں شیطان ایک وسوسہ یہ بھی ڈالتا ہے کہ تمہاری برکت سے ہزاروں کو رزق مل رہا ہے، ہزاروں خاندان پل رہے ہیں، تمہیں اس پر عظیم اَجر مل رہا ہے، لہٰذا بس اپنے کارخانہ کی ترقی کی فکر کرو، زیادہ نوافل و ذکراللہ اور اللہ والوں کی صحبت میں جانے کی ضرورت نہیں، یوں شیطان راستہ مار دیتا ہے اور دنیا زادہ بنا کر چھوڑتا ہے۔ جو مل مالکان یہ سمجھتے ہیں کہ ان کی برکت سے غریبوں، کمزوروں کو رزق مل رہا ہے، تو سن لیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

((رَاٰی سَعْدٌ اَنَّ لَهٗ فَضْلًا عَلٰی مَنْ دُوْنَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ هَلْ تُنْصَرُوْنَ وَتُرْزَقُوْنَ اِلَّا بِضُعَفَائِكُمْ ۔رواه البخاری))
(مشکٰوۃ المصابیح: (قدیمی)؛ باب فضل الفقراء وما کان من عیش النبی ﷺ؛ ص ۴۴۶)

تمہیں اپنے ضعفاء کی برکت سے رزق دیا جاتا ہے، اور فرمایا کہ اگر تمہارے گھروں میں یہ رکوع کی حالت والے بوڑھے نہ ہوتے جن کی کمر جھک گئی ہے، اور دودھ پیتے بچے نہ ہوتے، اور بے زبان جانور نہ ہوتے:

((لَوْلَا شَبَابٌ خُشَّعٌ وَّ شُیُوْخٌ رُّكَّعٌ وَّ بَهَائِمُ رُتَّعٌ وَّ اَطْفَالٌ رُّضَّعٌ لَّصُبَّ عَلَیْكُمُ الْعَذَابُ صَبًّا))
(السنن الکبریٰ للبیہقی: (دار الکتب العلمیۃ)؛ ج ۳ ص ۴۸۱)

ر، ت، ع۔ رُتّع، کیا معنی بے زبان جانور نہ ہوتے تو کیا ہوتا؟ تم پر عذاب بارش کی طرح سے نازل ہوتا، ان غریبوں ہی کی وجہ سے عذاب نہیں آ رہا ہے۔ معلوم ہوا کہ ضعفاء اور بے زبان، اور وہ جوان جو اللہ والا ہے، وہ ہمیں عذاب سے بچانے کا ذریعہ بنا ہوا ہے۔ اسی لئے جب قحط پڑتا تھا تو میدان میں جمع ہو کر دعا کے لئے لوگ اپنے ساتھ اپنے بوڑھوں اور کمزوروں، بچوں اور بے زبان جانوروں کو بھی لے جاتے تھے تاکہ اللہ کی رحمت کو ان ضعیفوں پر جوش آئے۔

لہٰذا امیر لوگ یہ نہ سمجھیں کہ غریب ہمارے محتاج ہیں اور ہماری وجہ سے ان کو روٹی مل رہی ہے بلکہ امراء بھی غریبوں کے محتاج ہیں، اگر آج تمام مزدور ہڑتال کر دیں تو کسی کارخانہ دار کا کارخانہ نہیں چل سکتا۔ یہ تو حق تعالیٰ کا نظام ہے اور اس میں کتنی مصلحتیں ہیں کہ کسی کو امیر بنا دیا، کسی کو غریب بنا دیا تاکہ لوگ ایک دوسرے کے محتاج رہیں، اور ایک دوسرے سے ان کی ضرورتیں پوری ہوتی رہیں۔ اگر سب ہی امیر ہو جائیں مثلاً بھنگی کو کئی ہزار روپیہ ماہانہ تنخواہ ملنے لگے تو پھر کیا وہ آپ کے یہاں گٹر کھول کر کمانے آئے گا یا سبزی والا بڑی رقم پا جائے تو کیا پھر وہ سبزی کا ٹھیلا لگائے گا؟ یا مزدور مالدار ہو جائے تو کیا کارخانہ دار کے یہاں کام کرے گا؟

ہم دنیا میں اللہ پر مرنے کے لئے آئے ہیں

۱۰ ربیع الاول ۱۳۹۴ھ مطابق ۴/اپریل ۱۹۷۴ء جمعرات

ارشاد فرمایا کہ ہم دنیا میں جینے کے لئے نہیں آئے ہیں، خدا کی راہ میں جان دینے کے لئے آئے ہیں۔ جب ایک دن مرنا ہی ہے تو جان کیوں نہ خدا کی راہ میں نکلے۔

دنیا مومن کے لئے قید خانہ اور کافر کے لئے جنت کیوں ہے؟

۹ محرم الحرام ۱۴۱۲ھ مطابق ۲۲ جولائی ۱۹۹۱ء بروز پیر

ارشاد فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ مبارک ہے:

((اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْکَافِرِ۔ رواہ مسلم))

(مشکوٰۃ المصابیح: (قدیمی)؛ کتاب الرقاق؛ ص ۴۳۹)

دنیا مومن کے لئے قید خانہ اور کافر کے لئے جنت ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مومن کو جو انعامات، جو نعمتیں جنت میں ملنے والی ہیں ان کے مقابلہ میں اسے دنیا کی نعمتیں ہیچ معلوم ہوتی ہیں اور اس کا دل دنیا میں نہیں لگتا، اور کافر کا دل دنیا میں خوب لگتا ہے کیونکہ آخرت میں کافر کو جو عذاب ملنے والا ہے اس کے مقابلہ میں اسے دنیا کی مصیبت بھی نعمت معلوم ہوتی ہے، اور نعمت تو نعمت ہے ہی۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ صیاد کو، شکاری کو جو پرندے خوش الحان اور خوبصورت معلوم ہوتے ہیں، دیدہ زیب معلوم ہوتے ہیں، ان کو قید کر کے رکھتا ہے جیسے بلبل، کوئل، وغیرہ لیکن بھدے جانوروں کو جیسے کوے کو، اُلّو کو قید نہیں کرتا کیونکہ ان کی آواز سے کان کو تکلیف ہوتی ہے۔ بلبل جب چہکتا ہے تو اس کو پکڑ کر پنجرہ میں ڈال لیتے ہیں تاکہ اس کی آواز سنتے رہیں اور کوّا جب کائیں کائیں کرتا ہے تو اس کو پتھر مار کر بھگا دیتے ہیں۔ مومن کی آواز اللہ تعالیٰ کو بلبل کی طرح محبوب ہے، اس لئے کبھی اس کو پنجرے میں ڈال دیتے ہیں تاکہ ذرا زیادہ دن تک ہم سے مانگتا رہے۔ اسی طرح جب بندہ رو رو کے اللہ سے دعائیں

کرتا ہے، چاہے اپنی اصلاحِ نفس کے لئے کرے یا دنیا کی کسی پریشانی کے دور ہونے کے لئے کرے تو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ حکایتاً بیان کرتے ہیں ؎

بندۂ مومن تضرع می کند
او نمی داند بہ جز تو مستند

فرشتے کہتے ہیں کہ اے اللہ! بہت دن سے تیرا یہ مومن بندہ رورو کر دعا مانگ رہا ہے، آپ اس کی دعا کو جلد قبول فرمالیجیے، اس کی حاجت کو جلد پورا کر دیجئے، کیا بات ہے کہ آپ دیر کر رہے ہیں، تو فرشتے اللہ سے درخواست کرتے ہیں کہ آپ اپنے بندۂ مومن کی دعا کو جلد قبول کر لیجیے، جس پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ؎

خوش ہمی آید مرا آواز او
واں خدایا گفتن و آں رازِ او

اے فرشتو! مجھے اپنے اس مومن بندے کی دعا میں بہت مزہ آرہا ہے، مجھے اس کی آواز بہت اچھی لگ رہی ہے جو کہتا ہے کہ یا خدا! میری پریشانی کو دور کر دیجئے، مجھے صحت دے دیجئے، میرے گناہوں کی گندی عادت کو مجھ سے چھڑا دیجئے۔ تو مومن کو جب دنیا میں کوئی تکلیف پہنچتی ہے اور وہ اللہ سے گریہ وزاری شروع کرتا ہے، تو اس کی دعا کی قبولیت میں بظاہر کچھ دیر ہوتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو اس کی گریہ و زاری پسند آتی ہے، اگر وہ جلدی دعا قبول کر لیں تو مناجات اور رونا دھونا چھوڑ کر دوبارہ غفلت میں چلا جائے گا، اس لئے قید کر کے رکھتے ہیں۔

ہماری دنیاوی زندگی حقیقت میں آخرت کا کھیت ہے

(ٹنڈو جام کے ایگریکلچر کالج میں بیان فرمایا)

شعبان المعظم ۱۳۹۳ھ مطابق ستمبر ۱۹۷۳ء

ارشاد فرمایا کہ ایک کھیتی تو آپ لوگ کرتے ہیں اور ایک کھیتی آخرت کی ہے۔ دنیا میں اگر آپ اپنا بیج دوسرے کی زمین میں ڈال دیں تو جب کھیتی تیار ہوگی تو وہ آپ کو

نہیں دے گا، وہ کھیتی اور وہ بیج آپ کے لئے ضائع ہو گئے، حق تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿مَنۡ كَانَ يُرِيۡدُ حَرۡثَ الۡاٰخِرَةِ نَزِدۡ لَهٗ فِىۡ حَرۡثِهٖ‌ ۚ وَمَنۡ كَانَ يُرِيۡدُ حَرۡثَ الدُّنۡيَا نُؤۡتِهٖ مِنۡهَا وَمَا لَهٗ فِى الۡاٰخِرَةِ مِنۡ نَّصِيۡبٍ‏﴾

(سورۃ الشوریٰ: آیۃ ۲۰)

جو شخص آخرت کی کھیتی کا طالب ہو ہم اس کو اس کی کھیتی میں ترقی دیں گے اور جو دنیا کی کھیتی کا طالب ہو تو ہم اس کو کچھ دنیا (اگر چاہیں گے) دے دیں گے اور آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں۔ (بیان القرآن) دنیا میں رہ کر اگر ہم نے وہ بیج نہ ڈالا جس سے آخرت کی فصل تیار ہو گی بلکہ دوسرے کاموں میں مشغول ہو گئے تو کٹائی کے وقت حسرت ہو گی۔ وہ لوگ جنہوں نے بیج بونے کے وقت محنت کی تھی، آخرت میں انہیں ہری بھری کھیتی تیار ملے گی اور جو بیج بونے کے وقت غفلت میں پڑے رہے تو وہاں بنجر زمین کے علاوہ کوئی پھل نہ پائیں گے۔ کھیتی اس کی ہری بھری ہوتی ہے جو بیج بونے کے وقت محنت کرتا ہے، اور کسان کھیت کو گھر نہیں لا سکتا، ہاں اس کی پیداوار گھر لے جا سکتا ہے، اسی طرح دنیا سے کوئی شخص دنیا کو لے جا نہیں سکے گا، اس کھیت (یعنی دنیا) سے صرف عمل کی پیداوار ساتھ لے جائے گا۔ اب جیسا یہاں بوئے گا ویسا غلہ وہاں پائے گا۔ حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

((كَمَا رُوِيَ اَنَّ الدُّنْيَا مَزْرَعَةُ الْاٰخِرَةِ))

(مرقاۃ المفاتیح: (رشیدیہ)؛ باب البر والصلۃ؛ ج۹ ص ۱۴۴)

پوری زمین اللہ کی کھیتی ہے، زمین کے جس ٹکڑے پر چاہو آخرت کا بیج ڈال دو اور اللہ کو یاد کر لو، زمین کے جس ٹکڑے پر اللہ کو راضی کر لیا وہیں کھیتی تیار ہو گئی۔ الدنیا معرّف باللام ہے، اس لئے پوری دنیا اس میں شامل ہے، زمین و آسمان اور و ما بینہما، فضائیں اور سمندر یہ سب ہمارے لئے آخرت کی کھیتی ہیں کہ جس سمندر کے اوپر اور جس فضا میں چاہو سبحان اللہ کہہ دو، ہماری یہ کھیتی زمین پر، فضاؤں میں، سمندروں پر تیار

ہوجائے گی، اس کے برعکس دنیا کی کھیتی کا بیج فضاؤں، سمندروں میں نہیں بو سکتے ہو۔

آخرت کی کرنسی اسی زندگی سے جمع کر کے لے جانی ہے

۱۷رمحرم الحرام ۱۳۹۴ھ مطابق ۱۰رفروری ۱۹۷۴ء اتوار

ارشاد فرمایا کہ کراچی کا کوئی تاجر جب کاروبار کے لئے لاہور جاتا ہے، تو جو یہاں کراچی میں نرم نرم گدوں اور ایئر کنڈیشن کمروں میں سوتا تھا، وہاں پلیٹ فارم پر ہی سوجاتا ہے، کیونکہ سمجھتا ہے کہ لاہور میں تو میں مسافر ہوں، چندروز کے لئے آیا ہوں، جب یہاں سے ایک لاکھ کا سامان کراچی بھیجوں گا جو وہاں دو لاکھ میں فروخت ہوگا، تو ایک لاکھ نفع کی خوشی اس کو سفر کی تمام صعوبتوں اور تکلیفوں کو آسان کردیتی ہے۔ اسی طرح میرے دوستو! یہ دنیا بھی ایک مسافر خانہ ہے، اگر نفس کہے کہ نماز پڑھنے میں تکلیف ہوگی، کہاں صبح کی میٹھی میٹھی نیند چھوڑ کر ٹھنڈے پانی سے وضو کروگے، تو اس سے کہہ دو کہ میں تو یہاں مسافر ہوں، مسافر آرام نہیں کیا کرتا، میں تو یہاں کمائی کرنے آیا ہوں۔ بس یہاں کی کمائی آخرت میں جمع کردو، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، گناہوں سے بچنے میں جو تکلیف ہوتی ہے، یہ سب وہ کرنسی ہے جو آخرت کی منڈی میں چلے گی۔ جو لوگ پردیس کی کمائی وطن میں جمع کردیتے ہیں تو جب وہ وطن واپس آتے ہیں تو وطن کے رئیس ہوتے ہیں، اور جو شخص پردیس میں خوب مال اُڑا رہا ہے، سینما اور ٹیلی ویژن دیکھ رہا ہے، شراب کباب اور ٹیڈیوں پر مال خرچ کررہا ہے، اور اصلی وطن میں کچھ جمع نہیں کررہا ہے تو جب یہ واپس آتا ہے تو وطن کا قلاش اور بھنگی ہوتا ہے۔

لہٰذا پردیس کا رئیس ہونا اور وطن کا بھنگی ہونا کس قدر بے وقوفی کی بات ہے۔ پس اگر دین پر چلنے میں کچھ نقصان بھی نظر آتا ہو یا تکلیف ہوتی ہو، اس کو برداشت کرلو۔ اپنی آرزوؤں کو اللہ کی مرضیات میں فنا کرنے سے جو غم دل کو ہو، سمجھ لو کہ آخرت میں سرمایہ جمع ہوگیا۔ جو شخص یہ غم برداشت کررہا ہے، وہ وطنِ آخرت کا رئیس

ہو رہا ہے۔ ہر چیز کی قیمت اس کی منڈی میں لگتی ہے، ہماری نماز، روزہ، زکوٰۃ، تلاوت وغیرہ کی منڈی یہ دنیا نہیں ہے، یہاں تو اگر ہماری آنکھ سے اللہ کی محبت میں ایک آنسو نکل آیا تو دنیا میں اس کی قیمت سرکاری نل کے پانی کے برابر بھی نہیں ہے کیونکہ سرکاری نل کا پانی پی کر تو آپ پیاس بجھا سکتے ہیں، اور آنسو پینے کے لئے نہیں ہیں نہ ان سے پیاس ہی بجھے گی لیکن حق تعالیٰ کی بارگاہ میں اس آنسو کی کیا قیمت ہے! یہی آنسو، اس پانی کے قطرے کو شہید کے خون کے برابر حق تعالیٰ کی رحمت وزن کرتی ہے۔ پس آخرت میں قیامت کے دن ان آنسوؤں کی قیمت معلوم ہو گی جب شہیدوں کے خون کے ساتھ ان کو وزن کیا جائے گا۔

پس اس دنیا میں نفس سے خوب کام لے لو، اس پیشانی کو خالقِ پیشانی کی چوکھٹ پر رکھ دو، تب یہ پیشانی عزت والی ہو جائے گی کیونکہ اپنے خالق و مالک اور رب کے سامنے جھکی ہے۔ حق تعالیٰ ہم سے یہ نہیں چاہتے کہ ہم دنیا کو چھوڑ کر پہاڑ کے دامن میں جا بیٹھیں، نہیں۔ دنیا بھی کماؤ، شادی بھی کرو، بیوی بچوں کا حق بھی ادا کرو لیکن اللہ کو نہ بھولو۔ اللہ کا ولی ہونے کے لئے قلاش، غریب ہونا ضروری نہیں ہے، سلطنت کے ساتھ بھی ولایت جمع ہو سکتی ہے۔ اگر اللہ بادشاہت دے بادشاہت کرو، مرغ دے مرغ کھاؤ، لیکن نفس سے اللہ کی مرضی کے کام لو۔ ایک بزرگ کے پاس کہیں سے حلوہ آیا انہوں نے نفس سے کہا کہ دیکھ! تُو روزانہ چار رکعات نفل پڑھتا تھا، آج اللہ نے تجھے یہ نعمت بھجوا دی ہے لہٰذا تجھ پر ان کا شکر واجب ہے، آج شکرانہ کی دو رکعات اَور پڑھ، پھر تجھے یہ حلوہ کھلاؤں گا۔ پھر جب دو پڑھ چکے تو کہا اچھا! دو اَور پڑھ لے۔ غرض نفس مزدور ہے، اس سے کام کرا لو۔ دیکھئے اگر مزدور کام نہ کرے اور بیٹھا ہوا سگریٹ پیتا رہے، گپ شپ کرتا رہے تو آپ اس کو مزدوری نہیں دیتے۔ اسی طرح اگر ہم نے نفس سے کام نہ لیا، جو فرائض اس کے ذمہ اللہ نے سپرد کئے ہیں، ان کو انجام نہ دیا تو بتاؤ! کیا اللہ تعالیٰ انعام دیں گے؟ ہرگز نہیں۔

دنیا کی محبت کی وجہ سے عبادت کا مزہ نہیں ملتا

ارشاد فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

((قَالَ عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ بِحَقٍّ اَقُوْلُ لَکُمْ کَمَا یَنْظُرُ الْمَرِیْضُ اِلَی الطَّعَامِ فَلَا یَلْتَذُّ بِہٖ مِنْ شِدَّۃِ الْوَجَعِ کَذٰلِکَ صَاحِبُ الدُّنْیَا لَا یَلْتَذُّ بِالْعِبَادَۃِ وَلَا یَجِدُ حَلَاوَتَھَا مَعَ مَا یَجِدُ مِنْ حُبِّ الدُّنْیَا))

(احیاء علوم الدین: کتاب ذم الدنیا، ج ۳ ص ۲۱۶)

کہ جس طرح بیمار کو بیماری کی شدت سے غذا کا مزہ نہیں ملتا، اسی طرح دنیا دار کو عبادت کا مزہ نہیں ملتا، یعنی جس طرح جسمانی بیماری سے جسم کو مزہ نہیں ملتا چاہے بریانی اور بھنا ہوا گوشت ہے لیکن صفراء کی وجہ سے جسم کو مزہ نہیں مل رہا۔ اسی طرح روحانی بیماری سے روح کو عبادت کا مزہ نہیں ملتا حالانکہ عبادت روح کی غذا ہے۔ اگر روح بغض، شہوت، دنیا کی محبت کی بیماریوں میں مبتلا ہے اور اصلاح نہیں کرائی گئی تو عبادت کا صحیح مزہ روح کو نہیں ملتا۔ جب تزکیہ ہوجاتا ہے اور روح تندرست وتوانا ہوجاتی ہے تو اس وقت ایک اللہ کہنے سے بھی یہ حال ہوگا جس طرح جسم تندرست ہو اور شدید بھوک لگی ہو تو ایک لقمہ سے کیا مزہ آتا ہے۔

دولت اور دولات

۶؍شعبان المعظم ۱۳۹۳ھ مطابق ۵؍ستمبر ۱۹۷۳ء بروز بدھ

ارشاد فرمایا کہ جو دولت اللہ کو راضی کرتے ہوئے مل جائے وہ تو ٹھیک ہے، اور جو دولت اللہ کے غضب کے ساتھ ہو وہ دولت نہیں، دولات ہے۔

دنیا مضر نہیں بشرطیکہ ہاتھ میں ہو، دل میں نہ ہو

ارشاد فرمایا کہ آج اس مبارک مہینے میں ارادہ کرلو! مرنا ہے یا نہیں؟ جس پر ہم مر رہے ہیں یہ چھوٹنے والے ہیں چاہے حلال بیوی ہو، اولاد ہو، تجارت ہو، یہ

تمام چیزیں ایک دن ہم سے چھوٹنے والی ہیں، ان جائز چیزوں پر مولیٰ کی محبت کو غالب رکھو، پانی کتنا ہی زیادہ ہو کشتی کے لئے مضر نہیں بشرطیکہ پانی کشتی میں داخل نہ ہو۔ آپ کی دنیا آپ کے لئے مضر نہیں، کروڑ پتی ہو جایئے، ارب پتی ہو جایئے، کھرب پتی ہو جایئے، سلطنت بھی آپ کے پاس ہو جائے کچھ مضر نہیں بشرطیکہ ایمان اور دین سلامت ہو، اللہ کی محبت کی کشتی میں دنیا کی محبت کا پانی داخل نہ ہونے پائے۔ اگر سمندر میں ایک لاکھ لیٹر پانی ہے مگر کشتی اوپر جا رہی ہے، پانی نیچے رہے تو کشتی چلے گی لیکن اگر پانی اس کے اندر داخل ہونے لگے تو کشتی میں ایک نوکر رکھا جاتا ہے کہ جو ڈبّے سے پانی نکالتا رہتا ہے۔ وہاں تو نوکر نکالتا ہے یہاں آپ کا آقا نکالے گا یعنی آپ کا شیخ نکالے گا۔ آپ خانقاہوں میں جایئے تو دل میں دنیا کا جتنا پانی آیا ہوا ہے، دیکھیں گے ان شاء اللہ کہ پانی نکلا ہوا ملے گا۔

دنیا کی جدائی سے کن لوگوں کو وحشت ہوتی ہے؟

۱۵ رمحرم الحرام ۱۳۹۴ھ مطابق ۸ رفروری ۱۹۷۴ء بروز جمعہ

ارشاد فرمایا کہ مدینہ شریف کے ایک بادشاہ نے ایک تابعی حضرت ابو حازم رحمۃ اللہ علیہ کو بلایا اور عرض کیا کہ آپ تابعی ہیں، آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اصحاب کو دیکھا ہے، میں آپ سے اپنا ایک مرض بیان کرتا ہوں اس کی وجہ بتایئے اور اس کا کیا علاج ہے؟ وہ یہ ہے کہ مجھے موت سے بہت ڈر لگتا ہے اور جی چاہتا ہے کہ ہمیشہ زندہ رہوں:

((حُكِيَ اَنَّ سُلَيْمَانَ بْنَ عَبْدِ الْمَلِكِ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ وَهُوَ يُرِيْدُ مَكَّةَ فَاَرْسَلَ اِلٰى اَبِيْ حَازِمٍ فَدَعَاهُ فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ قَالَ لَهٗ سُلَيْمَانُ يَا اَبَا حَازِمٍ مَا لَنَا نَكْرَهُ الْمَوْتَ فَقَالَ لِاَنَّكُمْ خَرَّبْتُمْ اٰخِرَتَكُمْ وَعَمَّرْتُمْ دُنْيَاكُمْ فَكَرِهْتُمْ اَنْ تَنْتَقِلُوْا مِنَ الْعُمْرَانِ اِلَى الْخَرَابِ))

(احیاء علوم الدین للغزالی: (دار المعرفۃ، بیروت)، ج ۲ ص ۱۴۷)

حضرت ابوحازم تابعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کیونکہ تم نے آخرت کو تباہ کر رکھا ہے اور دنیا کو آباد کر رکھا ہے تو آبادی سے ویرانے کی طرف جاتے ہوئے ڈر لگتا ہی ہے۔ اگر تم آخرت کو نیک اعمال سے آباد کرتے اور دنیا کو ویران کر دیتے یعنی دنیا کا تھوڑا بہت نقصان برداشت کر لیتے تو یہ بات نہ ہوتی بلکہ اس کے برعکس موت کی تمنّا کرتے اور آخرت کا شوق دل پر غالب ہوتا۔

دنیا کی راحت ہو یا تکلیف، ایک خواب کی مانند ہیں

(اس سے قبل آج جمعہ کی نماز سے پہلے جامع مسجد گول مارکیٹ، ناظم آباد میں وعظ فرمایا)

ارشاد فرمایا کہ یہ دنیا خواب ہے، آج جن لذتوں سے ہم مست ہو رہے ہیں، یہ ایک دن خواب ہونے والی ہیں۔ ہندی کا مقولہ ہے ''اتر گئے گھاٹی ہو گئے ماٹی'' یعنی جس بریانی کی خوشبو مست کئے دے رہی ہے مگر اسی بریانی کا لقمہ حلق سے اتر کر مٹی ہو گیا۔ آج ہمیں ان لذتوں کے لئے نہ حرام کی پرواہ ہے نہ حلال کی، رشوت اور سود کی مرغ کی پلیٹ سامنے آئی تو خدا کو بھول گئے۔ آج جن حرام لذتوں سے مزہ لے رہے ہیں، اللہ کو ناراض کر کے جس حرام لذت سے مزہ لیں گے تو مزہ تو فانی ہو جائے گا اور سزا باقی ہو جائے گی۔ دنیا کے یہ مزے اور لذتیں خواب کی طرح ہیں، خواب میں اگر کسی کو بادشاہت مل جائے کہ میں بادشاہ ہو گیا ہوں، تاجِ شاہی سر پر ہے، چاروں طرف خدام اور غلام دوڑتے پھر رہے ہیں، مرغ کی بریانی سامنے رکھی ہے اور ساری دنیا کی لذتیں حاصل ہیں لیکن جب آنکھ کھلی تو معلوم ہوا کہ خود مجرم ہے اور سر پر جوتے پڑ رہے ہیں، تو اس بادشاہت سے اس کو کیا فائدہ ہوا۔

حال دنیا را بپرسیدم زیک فرزانہ ای
گفت یا خوابیست یا بادیست یا افسانہ ای

ترجمہ: میں نے ایک عارف باللہ سے دنیا کی حقیقت دریافت کی تو کہا کہ دنیا یا خواب ہے کہ آنکھ کھلتے ہی عالَم بدل گیا، یا ایک ہوا ہے جو آئی اور چلی گئی، یا ایک

افسانہ ہے۔ایک بزرگ حضرت ڈاکٹرعبدالحیؒ صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں ۔

عارفیؔ زندگی افسانہ در افسانہ ہے
صرف افسانوں کے عنوان بدل جاتے ہیں

زندگی ایک ایسا افسانہ ہےجس کےعنوان بدلتے رہتے ہیں، جب آدمی پیدا ہواتو ایک عنوان اس وقت قائم ہوگیا، پھر کچھ سمجھ آئی ،ماں باپ نے مدرسہ یا اسکول بھیجا، اب دوسرا عنوان شروع ہوگیا، پھر بالغ ہوا،شادی ہوگئی،اب ایک اورعنوان بدل گیا، پھر بڑھاپا شروع ہواتو ایک اورعنوان قائم ہوااور آخری عنوان پورے افسانے کا ''موت'' ہوتی ہے کہ جب ملک الموت گلا دبا دیتے ہیں، یہ زندگی کی حقیقت ہے ۔

یہ عالم عیش و عشرت کا یہ دنیا کیف و مستی کی
بلند اپنا تخیل کر یہ سب باتیں ہیں پستی کی
جہاں دراصل ویرانہ ہے گو صورت ہے بستی کی
بس اتنی سی حقیقت ہے فریبِ خوابِ ہستی کی
کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ بن جائے

اسی طرح ایک شخص خواب دیکھ رہا ہے کہ مصیبت میں گھرا ہوا ہے،کوئی خوفناک جانور دوڑا رہا ہے،خوف سے آواز بھی نہیں نکل رہی،اسی میں آنکھ کھل جائے اور دیکھے کہ سامنے بریانی رکھی ہے، یا یہ کسی ملک کا بادشاہ ہے، خدام ولشکر وفوج خدمت میں حاضر ہیں تو بتاؤ اس خواب سے اس کا کیا ضرر ہوا؟ پس اگر اللہ کو راضی کرنے میں کچھ تکلیف پہنچ گئی ، کچھ لوگوں کے لعن طعن سن لئے کہ ارے!تم نے داڑھی رکھ لی، ملّا رجعت پسند ہوئے جا رہے ہو، یا رشوت نہ لینے سے مکھن کی ٹکیہ حلق سے نہ اُتری اور کپڑوں میں پیوند لگ گئے،تو بتاؤ! کیا نقصان ہوگیا۔اس خواب میں چاہے بادشاہت کرلو یا تکلیف اُٹھالو،سب برابر ہے۔موت کے وقت جب آنکھ کھلے گی تو اصل راحت وتکلیف اس وقت معلوم ہوگی۔اگر دنیا میں اپنی من مانی زندگی گذاری تو

موت کے وقت ہی سے تکلیف والی زندگی میں آنکھ کھلے گی اور اگر رب چاہی زندگی گذاری ہوگی تو موت کے وقت حقیقی سلطنت وراحت والی زندگی میں آنکھ کھلے گی۔

آج دنیا والوں کے طعنوں سے ڈرتے ہو کہ اگر ہم داڑھی رکھ لیں گے، یا ٹخنوں سے اونچا پاجامہ پہن لیں گے، یا سر پر انگریزی بال نہیں رکھیں گے تو برادری والے ہمیں چڑائیں گے کہ یہ ملّا ہوگیا ہے، تو ہم برادری کی نگاہوں سے گر جائیں گے، لیکن یہ خیال کیوں نہیں آتا کہ انبیاء، صحابہ، اولیاء اللہ اور ملائکہ کی بھی تو ایک برادری ہے، اب فیصلہ کرلو کہ کس برادری کو خوش کرنا بہتر ہے اور کس کو نہیں؟ اگر اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے میں تم برادری کی نظر سے گر گئے لیکن انبیاء علیہم السلام کی نگاہوں میں تمہاری عزت بڑھ گئی تو تم فنا ہونے والی، ناپاک برادری سے الگ ہوگے اور پاک بندوں کی برادری میں شامل ہوکر معزز ہوجاؤ گے۔

دنیا کی محبت دل سے نکالنے کا آسان نسخہ

ارشاد فرمایا کہ مظاہرِ حق میں لکھا ہے کہ جس شخص کے دل سے دنیا کی محبت نکل جائے، ایسا شخص اگر دنیا کے کام میں بھی مشغول رہتا ہے تو اس کی نیت دنیا کی نہیں ہوتی، آخرت کی ہوتی ہے، اور جس کے دل میں دنیا گھس گئی ہو، وہ اگر آخرت کا کام بھی کرے گا تو نیت دنیا ہی کی ہوگی۔ نماز پڑھے گا تو اس لئے کہ روزی میں برکت ہو، بزرگوں کے پاس جائے گا تو اس لئے کہ بچہ کی زندگی میں برکت ہو یا کاروبار بڑھ جائے یا بیماری نہ آوے، غرض جو کام بھی کرے گا اس میں نیت دنیا کی ہوگی۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا قول صاحبِ مظاہرِ حق نے نقل کیا ہے:

((مَنْ اَحَبَّ الدُّنْیَا لَا یَهْدِیْهِ جَمِیْعُ الْمُرْشِدِیْنَ
وَمَنْ تَرَکَهَا لَا یُفْسِدُهٗ جَمِیْعُ الْمُفْسِدِیْنَ))

(مرقاۃ المفاتیح: (رشیدیہ)؛ کتاب الرقاق؛ ج۹ ص ۴۰۳)

کہ جس کے دل میں دنیا کی محبت گھس جائے تو کوئی مرشد و پیر اس کو پاک

نہیں کرسکتا اور اگر دنیا کی محبت دل سے نکل جائے تو بڑے سے بڑا طاغوت بھی اس کو گمراہ نہیں کرسکتا۔ اب یہ دنیا کی محبت نکلے گی کیسے؟ اگر کسی کو چالیس پاور کے بلب سے محبت ہے، اس کی روشنی اور چمک پر فدا ہو رہا ہے تو چالیس پاور کے بلب کی بُرائی بیان کرنے سے اس کی محبت دل سے نہ نکلے گی بلکہ ایک ہزار پاور کا بلب اس کو دِکھادو تو خود چالیس پاور کی روشنی اس کی نگاہوں سے گر جائے گی۔ پس جو دل دنیائے فانی پر فدا ہو رہا ہے اس کو اللہ کی محبت کا مزہ چکھا دو تب دنیا کا مزہ دل سے نکلے گا۔

یہ کون آیا کہ دھیمی پڑ گئی لَو شمع محفل کی
پتنگوں کے عوض اُڑنے لگیں چنگاریاں دل کی

پھر ٹیڈیاں اچھی نہیں معلوم ہوں گی، بندر روڈ کی سڑکیں اچھی نہیں لگیں گی، اللہ کے جمال کے سامنے دنیائے فانی کا جمال بے حقیقت ہو جائے گا۔ اسی وجہ سے بعض مشائخ پہلے گناہوں کو چھوڑنے کی تلقین نہیں کرتے، پہلے ذکر بتادیتے ہیں کہ جب ذکر کا مزہ مل جائے گا تو گناہوں کا مزہ خود پھیکا معلوم ہونے لگے گا۔ جب آفتاب طلوع ہوتا ہے تو اندھیرے کا وجود فنا ہو جاتا ہے، اس ایک آفتاب کا نور جو اللہ کی ایک ادنیٰ مخلوق ہے، یہ اثر ہے کہ ساری دنیا کو روشن کر دیتا ہے تو جس دل میں خود اس خالقِ آفتاب کا نور آئے گا تو اس کا کیا حال ہوگا! اس نور کے سامنے ساری کائنات مع اپنی لذات کے جیبِ عدم میں اپنا سر ڈال دے گی۔

چو سلطانِ عزت علم برکشد
جہاں سر بجیب عدم درکشد

حضرت سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب عزت کا وہ سلطان اپنا جھنڈا اللہ والوں کے دلوں میں لہراتا ہے تو پوری کائنات جیبِ عدم میں فنا ہو جاتی ہے، تمام کائنات بے قدر ہو جاتی ہے۔

گر ببینی کرّ وفرِ قُرب را
جیفہ بینی بعد ازیں ایں شُرب را

اور مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر تم حق تعالیٰ کے قرب کی شان وشوکت دیکھ لو تو دنیائے فانی کی لذتیں تم کو مردار معلوم ہوں گی، جس کو وہ اپنی محبت کی تیز والی شراب پلادیں، پھر اس کی مستی کے سامنے مجموعۂ لذاتِ کائنات ہیچ معلوم ہوتا ہے۔

گر ببینی یک نَفَس حُسنِ ودود
اندر آتش افگنی جانِ ودود

اگر تم ایک نَفَس، ایک سانس بھی اللہ کے حُسن کو دیکھ لو تو اپنی پیاری جان کو تم آگ میں ڈال دو یعنی مجاہدے کے ہر غم کو برداشت کرلو گے۔

اپنی اولاد کو دیندار بنانے کی فکر کریں

ارشاد فرمایا کہ آج ہم عملی اور فکری طور پر بتا رہے ہیں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت کے تقاضوں پر پورے نہیں اُتر رہے ہیں، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جہاں سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت ملتی ہے، جس جگہ سے آپ کے دین پر عمل کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، ہم نے ان صحبتوں اور مجلسوں میں بیٹھنا چھوڑ دیا۔ جج اکبراِلٰہ آبادی کہتا ہے۔

نہیں سیکھا انہوں نے دین رہ کر شیخ کے گھر میں
پلے کالج کے چکر میں مرے صاحب کے دفتر میں

وہ شخص صالح نہیں خود جس کی پیشانی پر تو نماز کا نشان پڑا ہے، ہاتھ میں تسبیح بھی ہے، اشراق و چاشت وتہجد کا بھی اہتمام ہے لیکن اپنے بچوں کی اصلاح اور ان کو دیندار بنانے کی کوئی فکر نہیں ہے۔ اگر اس کے دل میں دوزخ، جنت، میدانِ محشر، قبر کے سوال و جواب کا یقین کامل ہوتا تو اپنے بچوں کو بے دین رکھنا کبھی گوارہ نہیں کرسکتا تھا۔ اگر آج فوج اعلان کردے کہ جو شخص پانچ وقت مسجد میں نہیں جائے گا، اس کو شُوٹ کردیا جائے گا، گولی ماردی جائے گی، پھر یہی صاحب خود اپنی نماز اور عبادت اور

تسبیح ونوافل پر قناعت نہ کریں گے، اگر بیٹا مسجد میں جانے سے انکار بھی کرے گا تو یہ اس کو مار مار کر مسجد لے جائیں گے۔ کیوں؟ اس لئے کہ فوج کی سزا کا دل کو یقین ہے۔ اگر اتنا ہی یقین حق سبحانہ وتعالیٰ اور اس کے رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات پر پیدا ہو جائے تو کوئی شخص اپنی اولاد کو بے نمازی اور بے دین نہ رہنے دے گا۔ لہٰذا جو لوگ اپنی اولاد کو دیندار بنانے کی فکر نہیں رکھتے، خود چاہے صالح نظر آتے ہوں، وہ دراصل صالح نہیں ہیں، ان کے دل کو یقینِ کامل حاصل نہیں ہے۔ اس لئے اپنی اولاد کی بھی فکر کرو، حق تعالیٰ کا ارشاد ہے :

﴿يَاۤ اَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا قُوۡۤا اَنۡفُسَكُمۡ وَاَهۡلِيۡكُمۡ نَارًا﴾

(سورۃالتحریم:آیۃ٦)

اے ایمان والو! اپنے کو اور اپنے گھر والوں کو (دوزخ کی) آگ سے بچاؤ۔ (بیان القرآن) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا ایک حق یہ بھی ہے کہ اپنی اولاد کے دلوں میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظیم ترین شخصیت کی عظمت اس قدر بٹھادو کہ یورپ اور امریکہ والوں کی تہذیب ومعاشرت ان کی نگاہوں میں بے قدر ہو جائے۔ آج اہلِ یورپ کی سفید کھالوں کو دیکھ کر مسلمان ان کو معزز سمجھ رہا ہے، لیکن سفید تھیلے میں اگر گُو بھرا ہو تو کیا کوئی عقل مند اس سفید تھیلے کی تعریف کر سکتا ہے؟ اور اگر کالے تھیلے میں جواہرات ہوں تو کیا کوئی عاقل اس کالے تھیلے کو حقیر سمجھ سکتا ہے؟ انگریزوں کی سفید کھالوں میں تو کفر کا گُو بھرا ہوا ہے، بغیر ایمان کے ان کا وجود بے قیمت ہے، ایمان نہ لانے کی وجہ سے یہ تو سور اور کتے سے بھی بدتر ہیں: اُولٰٓئِكَ كَالۡاَنۡعَامِ بَلۡ هُمۡ اَضَلُّ ان کو فرمایا ہے، اور ایک حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ تھے جن کی کھال کالی تھی لیکن اس کالی کھال کے اندر دل میں اللہ ورسول کی محبت کا وہ نور تھا کہ چاند اور سورج کی روشنی بھی اس کے سامنے ماند تھی۔

☆☆☆ ختم شد ☆☆☆☆

آخرت کی یاد دلانے والا روحانی انجکشن

((قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ الْعَبْدُ: مَالِیْ مَالِیْ وَاِنَّ مَالَہٗ مِنْ مَّالِہٖ ثَلٰثٌ: مَا اَکَلَ فَاَفْنٰی اَوْ لَبِسَ فَاَبْلٰی اَوْ اَعْطٰی فَاقْتَنٰی وَمَا سِوٰی ذٰلِکَ فَھُوَ ذَاھِبٌ وَّتَارِکُہٗ لِلنَّاسِ))

(مشکوٰۃ المصابیح: (قدیمی)، کتاب الرقاق،ص ۴۴۰)

ارشاد فرمایا کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: انسان کا مال تین قسم کا ہے جو کھالے، جو پہن لے اور جو اللہ کی راہ میں دے دے، باقی سب پیچھے رہ جانے والوں کا ہے۔ **تشریح:** جو مال کھالیا پیٹ میں چلا گیا، رات کو امپورٹ کیا صبح کو لیٹرین میں ایکسپورٹ کر دیا، وہ فنا ہوگیا۔ اور جو پہن لیا وہ ایک دن پرانا ہوجائے گا، البتہ جو آپ نے اللہ کے راستے میں خرچ کردیا آپ کو مرتے ہی وہ مل جائے گا، باقی سب چھوٹ جائے گا اور آپ اس کو دوسروں کے لئے چھوڑ دو گے۔ جس وقت جنازہ قبر میں اُترتا ہے تب کاروبار، مکان، ٹیلیفون، قالین کچھ کام نہیں آئے گا سوائے نیک اعمال کے۔ اس لئے یہ تین جملے میں پوری دنیا میں نقل کرتا ہوں ''جس دنیا سے ہمیشہ کے لئے جانا، اور لوٹ کر پھر کبھی نہ آنا، ایسی دنیا سے دل کا کیا لگانا'' لہٰذا دنیا میں جلدی جلدی اللہ کی محبت کمالو، جتنا ہوسکے دین پر اپنی جان مال خرچ کرو، جس کے پاس جو ہو وہ دین پر لگانے سے دریغ نہ کرے۔ جس دین پر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا خونِ نبوت بہا ہو، اس دین کی خدمت و محنت کا حق نہ کوئی عالم، نہ کوئی پیر، نہ کوئی مالدار ادا کرسکتا ہے۔ اللہ کا یہ دین اتنا معظم ہے کہ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خونِ مبارک طائف کے بازار اور احد کے دامن میں بہا ہے، کروڑوں روپیہ بھی خرچ کردیں تو بھی حق ادا نہیں ہوسکتا، ہم اپنی ایک لاکھ جان، ایک کروڑ جان خدا پر فدا کردیں تو بھی اللہ تعالیٰ کے دین کا حق ادا نہیں ہوسکتا۔ لیکن جس کا دل دنیا کی محبت میں پھنسا ہوا ہو، آخرت کی یاد میں کمی ہو اور نماز میں دل نہ لگتا ہو، اس کو ایک انجکشن بتا رہا ہوں، روزانہ یہ انجکشن لگائے۔ یہ انجکشن امریکہ سے نہیں آئے گا، نہ کینیڈا سے آئے گا نہ لندن سے آئے گا، یہ انجکشن ہر وقت آپ کے پاس ہے، وہ کیا ہے؟ آنکھ بند کی اور یہ مراقبہ کرلیا کہ ایک دن قبر میں اُترنا ہے، جب جنازہ قبر میں اُترے گا تو کتنی دنیا آپ کو سلامی دے گی؟ کتنی تعریف ہوگی؟ کتنا بینک بیلنس جائے گا؟ کتنی بلڈنگ لے جاؤ گے؟ بس اس مراقبہ کا ایک منٹ کا انجکشن کافی ہے۔ پھر ان شاء اللہ! آپ کو سارے عالم میں اللہ ہی اللہ یاد آئے گا، دنیا ہاتھ میں ہوگی، جیب میں ہوگی لیکن دل میں خدا ہوگا۔ (ماخوذ از معارف ربانی)

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ